ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

جولائی 2022ء - ذوالحجہ 1443ھ

اے بی سی تصدیق شدہ اشاعت CPL.No:406

ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور

شمارہ 07 | جولائی 2022ء | جلد 30

مدیر اعلیٰ
سید ریاض حسین شاہ

ہرچہ مرد دربزمِ شوق آوردہ ام

1	نعت شریف وخراج عقیدت	ہاشم ضیائی، ڈاکٹر ظفر اقبال نوری	2
2	گفتنی ونا گفتنی	سید ریاض حسین شاہ	3
3	تبصرہ وتذکرہ	سید ریاض حسین شاہ	6
4	درس حدیث	حافظ سخی احمد	10
5	خطاب ذیشان	سید ریاض حسین شاہ	13
6	خطاب ذیشان	علامہ ڈاکٹر طاہر القادری	17
7	سنابل نور	سید ریاض حسین شاہ	19
8	خراج عقیدت	سرور حسین نقشبندی	20
9	پھر "تبصرہ" تخلیق ہوتا ہے	پروفیسر عرفان جمیل	21
10	"تبصرہ" ایک نہضت اور تحریک	پروفیسر ڈاکٹر محمد اظہر نعیم	23
11	خراج عقیدت	غلام طاہر حزیں	24
12	"تبصرہ" ایک ادبی اور تاریخی شاہکار ہے	مفتی لیاقت علی نقشبندی	25
13	"تبصرہ" ایک روحانی تحریک	ڈاکٹر حمزہ مصطفائی	27
14	خراج عقیدت	عتیق احمد چشتی	30
15	ہم سے قرآن کی روح کیا کہتی ہے	علامہ منظور احمد رضوی	31
16	خطاب	ڈاکٹر آصف ہزاروی	32
17	"تبصرہ" اتحاد اہل سنت کی عملی دعوت	حافظ سخی احمد	34
18	شہکار سیدی یہ "تبصرہ تفسیر" ہے	ڈاکٹر منظور حسین اختر	35

مشیر ادارت

ڈاکٹر رضا فاروقی

مجلسِ اعزاز

- علامہ حافظ نور محمد بندیالوی
- محمد نواز کھرل
- سید قیصر عباس شاہ
- حافظ سخی احمد
- انجینئر سرفراز احمد ضیغم
- حافظ محمد زبیر اعوان
- ارشد محمود ارشد
- احد شریف • شیخ محمد راشد

ادارتی معاونین

- ابومحی الدین
- ڈاکٹر منظور حسین اختر
- طالب حسین مرزا
- خادم حسین مرزا
- حافظ محمد عفان منظور

قیمت فی شمارہ

30 روپے

سالانہ خریدار بمعہ ڈاک خرچ

450/= روپے

بیرون ملک سالانہ

150 ڈالر، 80 پونڈز

رابطہ دفتر: اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 0322-4301986, 042-35838038

ہیڈ آفس: ادارہ تعلیمات اسلامیہ سیکٹر نمبر 3، خیابان سرسید راولپنڈی فون: 051-4831112

E-mail: daleelerah@gmail.com Online Edition: www.daleelerah.com

پبلشر سید ریاض حسین شاہ نے گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

سلطانِ رسل

ہوں گنبدِ خضرا کا زائر جنت میری دیکھی بھالی ہے
نازاں ہوں کہ ہر دم پیشِ نظر روضہ کی سنہری جالی ہے
اے جوشِ جنوں حیرت سے یہ کیا ہر گام پہ دیکھا بھالی ہے
سر سوئے حرم سجدہ میں جھکا فاران کی منزل آلی ہے
چلنے نہیں دیتے سر کے بل کیوں راہ مدینہ میں مجھ کو
جذبات محبت کی میرے اے خضر یہ کیوں پامالی ہے

پلتی ہے خدائی ملتی ہیں منہ مانگیں مرادیں عالم کو
منگتے کی ترے جھولی اب تک سلطانِ رسل کیوں خالی ہے
بجلی شبِ اسرا کوندتی ہے نزدیکِ غلافِ بیت اللہ
لہراتی ہیں زلفیں شانوں پر یا دوش پہ کملی کالی ہے
انجام سرِ محشر کیا ہو نادم ہوں وفورِ عصیاں سے
ہر فرد عمل ہاشم میری اک دفترِ بد اعمالی ہے

ہاشم ضیائی

مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن علامہ **پیر سید ریاض حسین شاہ** صاحب مدظلہ کی شہرہ آفاق تفسیر
"تبصرہ" کی ساتویں جلد کی تقریب رونمائی کے موقع پر ڈاکٹر ظفر اقبال نوری مدظلہ العالی کا منظوم خراجِ عقیدت ملاحظہ ہو

عصرِ حاضر کی بصیرت ''تبصرہ'' تفسیر
ہے
عہدِ نو کی تازہ حکمت ''تبصرہ'' تفسیر
ہے
جلوۂ توحید کا اک جھلملاتا ارمغاں
عشق احمد کی حلاوت ''تبصرہ'' تفسیر
ہے
بابِ شہرِ علم کے علمی تبحّر کا نشاں
مظہرِ فیضِ رسالت ''تبصرہ ''تفسیر
ہے
جعفرِ صادق کا عرفاں، بو حنیفہ کا شعور
رازی و رومی کی حکمت'' تبصرہ'' تفسیر
ہے
روح البیاں، روحِ معانی اور تفسیرِ کبیر
سب کی جامع ایک وحدت ''تبصرہ'' تفسیر
ہے
علم و فن کی اک دکانِ حیرت اندر حیرت است
سب دلائل کی ثقاہت ''تبصرہ ''تفسیر
ہے

نادرہ کاری روایت کا شعوری امتزاج
چشمۂ فہم و فراست ''تبصرہ'' تفسیر
ہے
اک فصاحت اک بلاغت کا یہ بحرِ بیکراں
فیض بارِ گنجِ ندرت ''تبصرہ'' تفسیر
ہے
ظلمتِ شب میں اجالوں کی نویدِ جاں فزا
نقطہ نقطہ نور و نکہت ''تبصرہ'' تفسیر
ہے
جو مسائل حل طلب ہیں آج کی تہذیب میں
سب کا واضح حل ہدایت'' تبصرہ'' تفسیر
ہے
آگہی ادراک کے رنگیں مہکتے ہیں ریاض
سبزہ زارِ باغِ جنّت ''تبصرہ'' تفسیر
ہے
درد و سوزِ زندگی کا نغمۂ آفاق گیر
جادۂ ہستی کی زینت'' تبصرہ'' تفسیر
ہے

تا ابد مہکے گی نوری دانشِ لوح و قلم
فتحِ بابِ سرِّ فطرت ''تبصرہ'' تفسیر
ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آسمان سے ٹپکتی سکون بخش راہیں

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:

''یارسول اللہ!

میں باجماعت نماز پانے سے قاصر ہو چکا ہوں اس کی وجہ نماز پڑھانے والے ایک شخص کی امامت میں تطویل ہے، نمازیں لمبی پڑھاتا ہے''۔

راوی کہتے ہیں:

''میں نے وعظ کرتے ہوئے عالم غضب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہونے کی تصویر اس دن سے زیادہ شدید کبھی نہ دیکھی''۔

آپ نے فرمایا:

''اے لوگو!

تم لوگوں کو متنفر کرتے ہو''

سن رکھو!

''تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو بھاری کر کے نماز نہ پڑھائے ہلکی رکھے اس لیے کہ اقتداء میں نماز پڑھنے والوں میں بیمار، کمزور اور حاجت مند بھی شامل ہوتے ہیں''۔

(بخاری کتاب العلم)

نفرت کا تعلق کئی گوشوں سے ہوسکتا ہے اور خطیب کی قوم نوازیاں متنوع ہوسکتی ہیں۔ آج لاکھوں مساجد ہیں جہاں ائمہ فیض بار ہوتے ہیں اور تحفیظ دین اور لوگوں کی تحفیظ ریاضت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ اونچے اور بلند لوگ صلابت فکری کا بہترین ذریعہ بنتے ہیں۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ انہیں کی ہدایت کے لیے ہیں کہ نفرتیں بانٹنا دینی سرمایہ نہیں ہے محبتیں بانٹنا دینی ورثہ ہے۔

محبت اور بندہ نوازی تو نماز پڑھاتے ہوئے بھی ہوسکتی ہے اور خطبہ دیتے ہوئے بھی یہ شہد بانٹا جاسکتا ہے۔ ایک دوسرے کی برائیوں کو اچھالنا، عیب چینی کو مسلکوں کی پہچان بنالینا، تفرقہ بازی کا زہر زبان پر رکھ کر فضاؤں کو مسموم بنانا خدمت تھوڑی ہی ہے۔

نمازیں پڑھانا ہی کافی نہیں ہوتا مقتدیوں سے خیر کی بنیاد پر ربط بھی مسلمانی کا حصہ ہوتا ہے۔ وہ محاضر جو خوشی اور غمی میں شریک ہونے کی سنت سمجھتا ہے وہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مذہبی ووٹ کے تقدس کی علامت واضح کردی کہ تم اپنے بارے میں خود فیصلہ کرلو تم نفرت دلانے والے ہو

یا

محبت پلانے والے ہو

زیادہ وقت نہیں گزرا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں ایک مرتبہ اپنے وعظ میں قدرے شدت برت بیٹھا اور ایک وقت گزرنے کے بعد جب اپنے مرشد گرامی کی خدمت میں حاضری ہوئی تو آپ فرمانے لگے:

''کیا وعظوں میں جنتی زندگی کے آثار، کیفیات اور مسرتیں بیان نہیں کی جاسکتیں''۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ

''اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے نکال پھینکے بھائی بھائی ہوکر تختوں پر روبرو بیٹھیں گے''۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

''تبلیغ کدورتوں کی نہیں ہونی چاہیے محبتوں، دوستیوں اور الفتوں کی ہونی چاہیے۔ ٹھوس باتوں کا ابلاغ جانفزا طریقوں سے ہونا چاہیے اور معاشرہ کو قیام میں مدد دیں اور اسے روحانی اور مستحکم بنیادیں فراہم کریں''۔

بات ہو رہی تھی کہ محرابوں اور روحانی آماجگاہوں سے نفرت کا دھواں عام نہیں ہونا چاہیے بلکہ محبتوں اور اُلفتوں کا انگبین تقسیم ہونا چاہیے۔سوشل میڈیا اور محراب میڈیا پر جو کچھ مذہبی حوالے سے ہو رہا ہے کیا روحانی لوگوں کا ضمیر اس پر مطمئن ہے؟

علماء، خطباء اور فقراء کی نیت پر شک نہیں۔عصری جہالتوں کی لدیدانہ اور سوقیانہ مادیت آرائیوں پر افسوس ہے۔معکوس وعظ، معکوس تبلیغ، معکوس تدریس اور معکوس پیری مریدی کے دھندوں کو ختم کون کرے؟

اہل محبت!

آج تازہ جہالتوں کے ڈھیٹ پرچم بردار تم پر جناتی گرفت محکم کر رہے ہیں بہتر یہ ہے کہ ضمیر کی خوشبو رکھنے والے ضمیروں کی روشنی میں رہنے والوں کا سراغ لگالیں، زندہ ضمیری ہم سب کو زندگی سے ہمکنار کرسکتی ہے وگرنہ بددینی کی تپکاریاں، ہم سب کو جلا کر بھسّم کر دیں گی۔

یا حی!! یا قیوم!!

نفرتوں کی آگ تیرے نام کی برکت ہی سے ''بَرْدًاوَّ سَلٰمًا'' ہوسکتی ہے۔

یا اللہ بے ضمیری کی آگ کو ٹھنڈا کر دے۔

آمین۔

بجاہ سید المرسلین و علٰی آلہ و اصحابہ اجمعین

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید وفرقان حمید کی تفسیر ''تبصرہ'' کے عنوان سے تحریر کررہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز ومعانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 96 تا 100 کی تفسیر پیش کررہے ہیں۔ (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ
مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ
مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ
عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ
سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ
الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ
بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٨﴾ قُلْ
يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ
آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنتُمْ شُهَدَاءُ ۗ وَمَا اللَّهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ﴿١٠٠﴾

''بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکتوں والا اور تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے، اس میں بڑی روشن نشانیاں ہیں مقام ابراہیم، جو داخل ہوگیا اس میں امن پا گیا اور واجب ہے لوگوں کے لیے کہ وہ اس عظیم گھر کا حج کریں جو اس کی راہ چلنے کی طاقت رکھتے ہوں اور جس نے انکارِ حق کیا تو اللہ بھی سارے جہانوں سے بے پروا ہے، فرمایئے! اے اہل کتاب تم اللہ کی آیتوں سے کیوں انکار کرتے ہو جبکہ اللہ تم جو بھی کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر اور اُسے دیکھنے والا بھی ہے، فرمادیں اے اہل کتاب تم ایمان والوں کو اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو تم ان کی راہ کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو حالانکہ تم خود ان کی سچائی کے گواہ ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عمل سے بھی بے خبر نہیں، اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب میں سے کسی فریق کی اطاعت کرنے لگو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں ایسا پھیریں گے کہ تم کفر کرنے لگ جاؤ گے''۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى
لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾

''بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکتوں والا اور تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے''۔

شان نزول

یہود نے مسلمانوں سے کہا کہ قدس ہمارا قبلہ ہے اور کعبہ تمہاری توجہات کا مرکز ہے۔ جیسے ہم لاڈلے ہیں ایسے ہی ہمارا قبلہ بھی تمہارے قبلے سے افضل ہے۔ اسے کعبے پر اولیت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی تاریخ بھی اسی کے گرداگرد گھومتی ہے اور اسے ان کی ہجرت گاہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ یہ جگہ کے اعتبار سے بھی شرافت مآب ہے۔ قیامت ادھر ہی قائم ہوگی۔ اس پر مسلمانوں نے کعبہ سے فطری محبت کا اظہار کیا اور کہا کعبہ قدس سے افضل ہے اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی (323)۔

شان نزول میں دوسری روایت روح البیان کی ہے کہ تبدیلیٔ قبلہ کے موقع پر یہود نے طعنہ دیا کہ مسلمان اعلیٰ اور پرانے قبلے کو چھوڑ کر ادنیٰ اور نئے قبلے کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھنے لگ گئے ہیں۔ ان لوگوں کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی (324)۔

قرآن کا بیان صریح ہے

قرآن مجید کی یہ آیت خود کعبہ کی تاریخ وثوق سے بیان کرتی ہے کہ روئے زمین پر وجود میں آنے والا خدا کا پہلا گھر کعبہ معظمہ ہی ہے اور زمین پر پہلی عبادت گاہ اور دعاؤں کا مرکز بھی یہی اللہ کا گھر ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ انسانی معاشرہ کے تزکیہ کے لیے خانہ کعبہ ہی کو زمین کے مرکزی نقطہ سے وجود بخشا گیا ہے۔ احادیث اور تاریخ بلاشبہ اس بات کی وضاحت کرتی ہیں، خانہ کعبہ کی تعمیر اول حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں سے ہوئی۔ طوفان نوح کے بعد اس کی تعمیر نو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں سے ہوئی۔ تفصیل درمنثور

میں دیکھی جاسکتی ہے(325)۔

شہرِ نور کو بکّہ کہنے کی حکمتیں

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں کہ ''بکّہ'' کا لغوی معنیٰ کسی چیز کو پھاڑ دینا، پارہ پارہ کر دینا، کسی پر ہجوم کر دینا، مزاحمت کرنا اور کسی کی گردن توڑ دینا ہوتا ہے(326)۔علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ لوگ کثرت کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف ہجوم بناتے ہیں اس لیے اسے ''بکّہ'' کہہ دیتے ہیں۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں سرکشوں اور ظالموں کی گردن ٹوٹ جاتی ہے اس لیے اس شہر کا یہ نام رکھا گیا ہے(327)۔

میں سوچتا ہوں یہاں کہ روحانی عباداتوں کی وجہ سے نفوس جس طرح ٹوٹ جاتے ہیں اور رغبت الی اللہ میں یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے اس وجہ سے بھی اس شہر کو''بکّہ'' کہہ دیا جاتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ مکہ کو بکّہ اس لیے کہا گیا ہے کہ وہاں جانے اور طواف وغیرہ کرنے میں مرد اور عورتیں ازدحام کرتے ہیں(328)۔

حضرت عکرمہ کی روایت کے مطابق بیت اللہ شریف اور اس کا ارد گرد بکّہ ہے اور اس کے علاوہ سارا شہر مکہ ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے مسجد الحرام اور بیت اللہ شریف بکّہ ہے باقی سب مکّہ ہے(329)۔

مجاہد نے کہا کہ صرف کعبہ بکّہ ہے باقی مقامات مکہ ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق مقام فج سے مقام تنعیم تک مکہ ہے اور تنعیم سے بیت اللہ شریف تک بکّہ ہے۔

ابن جریر نے لکھا کہ مکہ اور بکّہ ایک معنیٰ میں ترادف رکھتے ہیں (330) البتہ قرطبی نے لکھا کہ عربی میں میم کے با کے ساتھ بدل جانے کی کئی مثالیں موجود ہیں۔مثلاً سبد اور سمد اور ایسے ہی لازب اور لازم یوں ہی سنبط اور سمط ہیں ان میں با ہو یا میم معنیٰ ایک ہی دیتے ہیں(331)۔

واللہ اعلم

آیت میں خانہ کعبہ کے اوصاف

☆ خانہ کعبہ کی پہلی خصوصیت اس کی پہلی وضع اور تخلیق ہے، یہ نہیں کہا گیا کہ یہ ''بنائے اول'' ہے یہ کہا گیا اس کی وضع اور تخلیق سب سے پہلے ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آیت زیرِ تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کے لیے سب سے پہلے بننے والا گھر کعبہ شریف ہے جو مکہ میں ہے اگرچہ لوگوں کے رہائشی گھر اس سے پہلے بھی موجود تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسالت مآب ﷺ کے حضور سوال عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون سی مسجد سب سے پہلے بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام! میں نے عرض کیا پھر اس کے بعد یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے فرمایا مسجد اقصیٰ۔میں نے عرض کی ان کے درمیان کتنا عرصہ کا فرق تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس سال کا فرق تھا۔

حضرت عمرو بن العاص کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو زمین سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا جبکہ عرش پانی پر جھاگ کی صورت میں تھا۔زمین اس کے نیچے جزیرہ کی صورت میں تھی اس کے نیچے سے زمین کو پھیلایا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا(332):

''سب سے پہلے زمین کا ٹکڑا بیت اللہ کی جگہ رکھا گیا پھر اسی سے زمین کو پھیلایا گیا''۔

✵ خانہ کعبہ شریف کی دوسری خصوصیت اس کی وضع اور تخلیق کا عام لوگوں کے لیے ہونا ہے اشارہ اس طرف ہے کہ یہ مرکز کسی قبائلی مذہب کا مرکز نہ ہوگا بلکہ اس کی وضع بتاتی ہے کہ یہاں سے آفاقی دین کی اٹھان ہوگی جو تمام انسانیت اور آدمیت کے لیے مرکز کا کام دے گا۔

✵ خانہ کعبہ شریف کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہاں ہر وقت لوگوں کا ازدحام اور ہجوم رہتا ہے یہاں نفس کشی اور تزکیہ کے صدا اہتمام موجود ہیں۔

✵ خانہ کعبہ شریف کی چوتھی خصوصیت اس کا برکت والا ہونا ہے۔اس گھر میں اللہ تعالیٰ نے مادی اور روحانی ہر قسم کی برکتیں رکھی ہیں۔یہاں کا امن، عبادتیں اور مادی ثمرات سب اس کی برکتوں کی بہترین دلیل ہیں۔

✵ خانہ کعبہ شریف کی پانچویں خصوصیت اس کا ''هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ'' ہونا ہے۔کعبہ تمام جہانوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔اس کی عظمتوں اور فضیلتوں کا اعتراف ہر ایک کرتا ہے۔

قرآن مجید کی یہ آیت اسے ''هُدًى'' کا سبب قرار دیتی ہے۔فخر الدین رازی نے اس کی تین وجوہات لکھی ہیں(333):

✵ کعبہ کا ''هُدًى'' ہونے کا ایک مطلب تو یہ ہے یہ قبلہ ہے۔لوگ دور افتادہ علاقوں سے خشکی اور دریائی راستوں کو روندتے ہوئے اس معبد کی طرف کھنچے آتے ہیں اور شان وشوکت سے حج ادا کرتے ہیں۔زیارتوں سے دلوں کو سکون پہنچاتے ہیں اور روحیں روحی لذتوں سے مطمئن ہوتی ہیں۔

✵ رازی نے دوسری وجہ یہ لکھی کہ کعبہ شریف کے فضائل و برکات سے ربّ تعالیٰ کے صانع اور قادر ہونے کا علم حاصل ہوتا ہے، رسول اکرم ﷺ کی صداقت کی دلیل ملتی ہے اور وہ تمام نشانیاں جو تاریخی صداقتوں کا نور بکھیرتی ہیں وہ بندوں کو اللہ اور اس کے رسول پر یقین کے ساتھ مربوط کر دیتی ہیں۔

✵ تیسری وجہ یہ ہے کہ کعبہ شریف جنت کی ہدایت دیتا ہے اس لیے کہ جو لوگ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جنت عطا فرماتا ہے۔

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۹۷

''اس میں بڑی روشن نشانیاں ہیں مقام ابراہیم، جو داخل ہو گیا اس

میں امن پا گیا اور واجب ہے لوگوں کے لیے کہ وہ اس عظیم گھر کا حج کریں جو اس کی راہ چلنے کی طاقت رکھتے ہوں اور جس نے انکارِ حق کیا تو اللہ بھی سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے''۔

قرآن مجید کی اس آیۂ کریمہ میں پہلی آیت کے مضامین کی تکمیل ہو رہی ہے۔ خانہ کعبہ شریف کی خصوصیات کو مزید بیان کیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی کعبہ کے حقوق بھی بیان ہو رہے ہیں خصوصاً اسلام کی تربیتی، روحانی اور معاشی زندگی میں اس مرکز کا کردار کھول کر قرآن حکیم بیان کر رہا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی چھٹی خصوصیت قاریٔ قرآن کے سامنے لاتے ہوئے یہ آیت کہتی ہے کہ اس میں بے شمار اور فضیلت مآب روشن آیتیں ہیں۔ جملہ کی تفسیر میں دو احتمالات ہیں: ایک تو یہ ہے کہ کعبہ کی جو فضیلتیں پہلے بیان ہوئی انہی کی طرف آیات کہہ کر ان کی عظمت بیان ہوئی یعنی اس گھر کا امن کی آماجگاہ ہونا، مریضوں کو شفا ملنا، کعبہ کو شہید کرنے کی غرض سے آنے والوں کا تباہ و برباد ہو جانا اور برکتوں کا باران رحمت کی طرح برسنا اور جمیع عوالم کے لیے کعبہ کا سرچشمۂ ہدایت ہونا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ مقام ابراہیم آیات بینات کی تفسیر واؤ عاطفہ کا نہ ہونا اس تفسیری احتمال کا مؤید ہونا ہے۔

مقام ابراہیم قرآن مجید کہتا ہے کہ آیات بیّنات میں شامل ہے اس لیے کہ یہ رسولِ رحمت کی صداقت اور کعبہ کے قبلۂ مسلمین ہونے کی واضح دلیل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان ایک زندہ ثبوت اور روحانی معنویت کا اعجاز ہے۔ دنیا میں بے شمار طبیعی اور حربی حالات کا زار و زبوں ہونے کے باوجود کعبہ کی سلامتی اور بقا اس کے آیت ہونے کی علامت ہے اور خانہ کعبہ کی یہ ساتویں خصوصیت ہے جو یہاں بیان ہوئی۔

خانہ کعبہ کی آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ اس گھر کو مقام امن قرار دیا گیا ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو امن کی تاریخی روحانیت نصیب کی۔ اس گھر میں امن کی مظہریت کا اندازہ اس سے بھی لگا لیا جائے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی جب کہ اقدار کی تباہی کا دورا سے کہا جاتا ہے کعبہ معظّمہ کو امن کا روشن نشان تصور کیا جاتا۔

خانہ کعبہ شریف کی نویں خصوصیت یہ بیان ہوئی کہ یہاں حج ادا کیا جاتا ہے جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور اس میں اللہ نے جو تسلسل رکھا وہ کسی اور مقدس مقام کو حاصل نہ ہو سکا۔ تفسیر مظہری کے مندرجات سے یہ روحانی نکتہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے (334) کہ ''النَّاسِ'' پر الف لام عہد خارجی ہے اور اس کا معنیٰ ہے خاص لوگ یعنی اس گھر کی زیارت جن لوگوں کو ملتی ہے وہ خاص لوگ ہوتے ہیں عام نہیں ہوتے۔

خانہ کعبہ شریف کی دسویں خصوصیت اس گھر کا مرجع خواص ہونا ہے یعنی ہر وقت یہاں ہزاروں کی تعداد میں اولیائے کرام موجود ہوتے ہیں۔ اس گھر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی صحبت اور زیارت نصیب فرماتا ہے۔

آیت کے آخر میں جو کہا گیا کہ ''اور جس نے کفر کیا تو اللہ بے پرواہ ہے تمام جہان والوں سے'' اس میں کفر سے مراد حج، مقامات حج کا تقدس، مقام ابراہیم کی فضیلت، کعبہ معظّمہ کی عظمت اور اسلام کی صداقت سے انکار کرنا ہے۔
واللہ اعلم

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾

''فرمائیے! اے اہل کتاب تم اللہ کی آیتوں سے کیوں انکار کرتے ہو جبکہ اللہ تم جو بھی کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر اور اُسے دیکھنے والا بھی ہے''۔

اہل کتاب سے خطاب

آیت میں اہل کتاب سے خطاب کیا گیا ہے، اس کی وجہ علامہ بیضاوی نے یہ لکھی کہ کفریوں تو ہر منکر کا کفر ہی ہوتا ہے لیکن اہل کتاب کا کفر اس لیے قبیح کفر تھا کہ یہ آیات کو زیادہ جاننے والے تھے، انہوں نے تورات اور انجیل میں رسول اکرم ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور نشانیاں مشاہدہ کر رکھی تھیں لیکن اس کے باوجود یہ انکار کیے جا رہے تھے (335)۔ مفسرین کی یہ بات بھی خوبصورت ہے کہ آیات سے مراد سمعی اور عقلی ہر قسم کی آیات ہیں یعنی بعض آیات وہ صفحۂ تکوین پر پڑھ رہے تھے اور بعض آیات وہ لسانِ نبوت سے سن رہے تھے اور بعض آیات اپنی حقیقت کے ساتھ ان کی اپنی کتابوں میں بھی موجود تھیں، وہ سب ان کے سامنے تھیں اور اس پر مزید یہ کہ ''لِمَ'' سے استفہامی اسلوب اور وہ بھی لسان محمدیہ سے جہاں توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ میں جلوے دکھا رہا ہے وہاں داعی کی دعوت کا حسن بھی بکھیر رہا ہے۔ آیت کا انداز ایک شفیق طبیب کا لہجہ ہے جس میں دردمندی اپنے عروج پر دکھائی دے رہی ہے۔

آیت میں ''قُلْ'' لفظ کے اندر رحمۃ للعالمین کا جوش ہے ''يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ'' میں خطاب کی شفقت سے اتمام حجت ہے۔ ''لِمَ تَكْفُرُوْنَ'' میں کفر کی قباحت اور شناعت بتائی جا رہی ہے۔ آیات کی نسبت اللہ کی طرف مقصد قرآنی کا عروج ہے اور ''وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ'' کہنے میں توجہ اس طرف پھیرنا ہے کہ جو مالک ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

''فرما دیں اے اہل کتاب تم ایمان والوں کو اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو تم ان کی راہ کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو حالانکہ تم خود ان کی سچائی کے گواہ ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عمل سے بھی بے خبر نہیں''۔

آیت کی تفسیر اہلِ کتاب کے لیے فہمائشی تازیانہ ہے، ایک منطقی گرفت ہے اور روحانی برق باری ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ اے اہل کتاب! تم ''سبیل اللہ'' کو ٹیڑھا بنانے کے درپے ہو، تم چاہتے ہو کہ اپنے غلط اعتراضات اور نکتہ چینیوں سے راہ راست کو سمجھنے والوں کو دھوکہ میں ڈال دو۔ تم چھپکلی کی طرح پھونکیں مار کر آتشِ شبہات کو تیز کر دینا چاہتے ہو اور تم اسلام پر شکوک انگیزی کی فضا سے راہِ راست کو کج مج بنانے کی منصوبہ بندی کرتے رہتے ہو تا کہ کوئی

نہ کوئی راہ بنے اور مسلمان سیدھے راستے سے منحرف ہوجائیں (336)۔

آیت کا ایک دوسرا معنیٰ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم لوگ طلبِ حق صحیح اور درست راستے سے نہیں کرنا چاہتے بلکہ ٹیڑھے راستوں سے گوہرِ مقصود حاصل کرنا چاہتے ہو (337)۔آیت کا زیادہ زور راہ راست سے روکنے کی منصوبہ بندیوں کی مذمت ہے۔قاریٔ قرآن کے لیے ضروری یہ ہوتا ہے کہ وہ ''سبیل اللہ'' کا عرفان ضائع نہ ہونے دے اور خوب سمجھے کہ کون سبیل اللہ کی شناخت خراب کرتا ہے۔مفسرین نے سبیل اللہ سے مراد اسلام لیا ہے (338) اور ''یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ'' سے سمجھا ہے کہ یہودی لوگوں کے مکائد، دھوکے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی سفلی تدبیریں ہیں۔

آیت میں شُھَدَ آءُ کی تفہیم

آیت میں اہل الکتاب کو ''شُھَدَ آءُ'' کہا گیا ہے۔فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اس کے کئی معانی ہیں (339):

- پہلا معنیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تم اس پر گواہ ہو کہ تورات میں یہ لکھا گیا تھا کہ اللہ تعالی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین قبول نہیں فرمائے گا۔
- دوسرا معنیٰ تم سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور رسالت پر ظہور معجزات کے گواہ ہو۔یہ جلوے تم نے آنکھوں سے دیکھ رکھے ہیں۔
- تیسرا معنیٰ یہ ہے کہ تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ اللہ کے راستے سے روکنا جائز نہیں۔
- چوتھا معنیٰ یہ ہے کہ تم اپنے دینی دائرہ میں گواہ ہو اور تم جب اپنے ماحول میں معتمد ہو تو اس شہادت کا تقاضا یہ ہے کہ تم لوگوں کو خراب نہ کرو۔
- اور پانچواں معنیٰ یہ ہے کہ اللہ نے تمہارے اندر ضمیروں کی عدالت رکھی ہے تم خود کو تھوڑی دیر کے لیے ضمیروں کی عدالت میں حاضر کرو خود سمجھ جاؤ گے کہ حق کیا ہے؟ (340)۔

آیت میں عرفانی نکات یہ ہیں

- حضور ﷺ کی فرمائی ہوئی بات قطعی ہوتی ہے اس پر اتم اور اٹل یقین ہونا چاہیے۔
- لہجے صاف اور ستھرے ہونے چاہییں۔جتنی'' قل'' کے قائل کی قوت ہوگی دعوت اتنی ہی مؤثر ہوگی۔
- عام داعی کو حضور ﷺ سے ارتباطِ کامل کے لیے درود وسلام سے روحانیت سازی کرنی چاہیے۔
- اہل الکتاب میں خاص کر یہودی ہیں جن کے مکائد اسلام کے خلاف جاری ساری ہیں، مسلمانوں کو ان کے فریبوں سے آگاہ رہنا چاہیے۔
- اللہ کی راہ میں پڑے ہوئے لوگوں کو آگے بڑھنے دینا چاہیے، ان کی حوصلہ افزائی مسلمانی ہے اور انہیں روکنا یہودیت ہے۔
- زندگی میں اہدافِ ترقی سیدھے، سادے، دوٹوک، واضح اور قابلِ عمل ہونے چاہییں، ٹیڑھے راستے بذات خود شخصیتوں اور قوموں کو بکھیر دیتے ہیں۔
- قرآن مجید نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے دشمن شہداء ہیں یعنی آگاہ ہوکر زندگی گزارتے ہیں۔مسلمانوں کو ان سے زیادہ آگاہ ہوکر زندگی گزارنے کا خوگر ہونا چاہیے۔
- قرآنی تربیت یہ ہے کہ سبیل اللہ سے ہر وقت آگاہ رہیں اور یہ بھی دیکھتے رہیں کہ سبیل اللہ کو کون کون ٹیڑھا کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔
- مسلمانوں کا اپنا وہی ہے جو ان کے رسول کا ہے، جو احمد مجتبیٰ کا وفادار نہیں وہ کبھی بھی مسلمانوں کا دلدار نہیں ہوسکتا۔
- مسلمانوں کو اللہ کی سنت کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے۔قرآن کہتا ہے کہ اللہ غافل نہیں مسلمانوں کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ دنیا میں کون کیا کر رہا ہے خصوصاً مذہبی بگاڑ پیدا کرنے والے کیا کر رہے ہیں، غفلت اچھی چیز نہیں۔

واللہ اعلم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تُطِيۡعُوۡا فَرِيۡقًا مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ يَرُدُّوۡكُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ كٰفِرِيۡنَ ﴿۱۰۰﴾

''اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب میں سے کسی فریق کی اطاعت کرنے لگو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں ایسا پھیریں گے کہ تم کفر کرنے لگ جاؤ گے''۔

شانِ نزول

تفسیر کبیر، روح البیان اور تفسیر قرطبی نے لکھا (341) کہ شاس بن قیس ایک یہودی تھا، وہ ضعیف العمر ہونے کے باوجود تاریک دلی، حسد، بغض اور کفرو عناد میں شہرت رکھتا تھا۔ایک مرتبہ وہ مسلمانوں کے ایک مجمع کے پاس سے گزرا، اُس نے محسوس کیا کہ اوس اور خزرج جو سالہا سال سے ایک دوسرے کی عداوت کی آگ میں جل رہے تھے، ان کے بعض لوگ آپس میں پیار اور محبت کے ماحول میں بیٹھے تھے۔محفل انس اور محبت کی خوشبو سے معطر تھی۔بڑھے یہودی کو یہ فضا پسند نہ آئی اور سوچنے لگا حضرت محمد ﷺ کی محبتیں اگر اسی طرح پروان چڑھتی رہیں تو ایک دن یہودیت ختم ہوجائے گی، اُس نے سازش بنائی کہ اوس اور خزرج کے درمیان پرانی عداوت، اشعار گوئی اور عصبیت کی شعلہ زنی سے بیدار کی جائے، ان کے نوجوانوں کی سفلہ کاریوں سے پھر ایک بار ماحول زہر آلود ہوگیا۔پرانی گندی باتیں دہرائی جانے لگیں۔

پیغمبر ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ فوراً مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ ان لوگوں کے درمیان پہنچ گئے اور دل ہلا دینے والے مواعظ سے لوگوں کو سنبھالا دے دیا اور وہ لوگ سامان ضرب وحرب پھینک کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوگئے۔اس موقع پر ان آیات کا نزول ہوا اور مسلمانوں کو فکری نکتۂ نظر سے بیدار کیا گیا اور ان کا فرضِ منصبی انہیں یاد کروایا گیا کہ اس دنیا میں انہیں باہم محبت سے جینا ہوگا اور اس شعور کو عام کرنا ہوگا کہ یہودی کبھی بھی ان کے خیر خواہ نہیں ہوسکتے۔

بقیہ صفحہ 40 پر

مہنگائی کے اسباب اور اس کا علاج

حافظ سخی احمد

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، سَعِّرْ، فَقَالَ: بَلْ أَدْعُو ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، سَعِّرْ، فَقَالَ: »بَلِ اللَّهُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اللَّهَ وَلَيْسَ لِأَحَدٍ عِنْدِي مَظْلَمَةٌ« سنن ابو داؤد

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! نرخ مقرر فرما دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”(میں نرخ مقرر تو نہیں کروں گا) البتہ دعا کروں گا“ (کہ غلہ سستا ہو جائے)، پھر ایک اور شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے بھی کہا: اللہ کے رسول! نرخ متعین فرما دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ ہی نرخ گراتا اور اٹھاتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ سے اس طرح ملوں کہ کسی کی طرف سے مجھ پر زیادتی کا الزام نہ ہو“۔

وطن عزیز میں مہنگائی ایک سنگین مسئلہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ کی وجہ سے تمام اشیائے زندگی کے نرخوں میں ہوش رُبا اضافہ ہو چکا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر انسان ہی پریشان دکھائی دیتا ہے۔

زیر مطالعہ حدیث پاک بتاتی ہے کہ مہنگائی محض آج کے دور کا مسئلہ نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے دورِ مبارک میں بھی لوگوں کو اس صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی وجہ یہ ہے تاکہ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں قیامت تک آنے والی ہر مشکل اور ہر مسئلہ کا حل موجود ہو اور قیامت تک آنے والی ہر قوم سیرتِ رسول کریم ﷺ سے فیض یاب ہو سکے۔

دورِ رسالت مآب میں مہنگائی کی بابت احادیث طیبات ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی موجود ہیں۔ جن میں بھی رسول کریم ﷺ نے لوگوں کے مطالبہ کے باوجود قیمتوں کو مقرر کرنے سے انکار کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ محض نرخ سرکاری طور پر مقرر کرنے سے مہنگائی کا تدارک ممکن نہیں بلکہ اس کے لیے اس کے حقیقی اسباب کو سمجھنا اور مؤثر اقدامات سے ہی مہنگائی کو روکا جا سکتا ہے۔

اس وقت ملک میں صورتحال یہ ہے کہ کاروباری حضرات موجود مال کی قیمتوں کے بڑھنے سے خوش ہوتے ہیں کہ بیٹھے بٹھائے اُنہیں لاکھوں کروڑوں کا فائدہ ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ إِذَا رَخَّصَ اللهُ الْأَسْعَارَ حَزِنَ، وَإِذَا غَلَّى فَرِحَ"

”کتنا برا ہے وہ شخص جو مال کو روک کر رکھتا ہے۔ جب قیمتیں کم ہوں تو اس کا دل دکھتا ہے اور جب مہنگائی ہوتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ (بیہقی)

جان بوجھ کر اشیا کی قلت پیدا کرنا تاکہ اُن کی قیمتیں بڑھ جائیں ایسے لوگوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَعَامًا ضَرَبَهُ اللهُ بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاسِ

”جو کوئی اشیائے خوراک ذخیرہ کر کے مسلمانوں کو اس سے محروم کرے گا تو اللہ اسے جذام (leprosy) اور افلاس کا شکار کر دے گا“۔ (احمد و ابن ماجہ)

نیز رسول اللہ ﷺ نے مہنگائی میں آمدنی کے ذرائع بڑھانے کی رغبت دلائی۔ محض شکوہ شکایات کرتے رہنے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ ارشاد فرمایا:

”تم میں سے کسی کو زیب نہیں دیتا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور رزق کی تلاش نہ کرے اور یہ کہتا رہے کہ اے اللہ! مجھے رزق عطا فرما۔ تم کو اس کے لیے جدوجہد بھی کرنی چاہیے کیونکہ تم جانتے ہو کہ آسمان تو سونا چاندی نہیں برساتا“۔

مہنگائی کے اسباب

1۔ دین بےزاری اور معصیت کا ارتکاب:

آج ہم جس ماحول اور جس زمانے میں سانسیں لے رہے ہیں، وہ فتنوں کا دور ہے۔ ہر سو بےحیائیوں کا بازار گرم ہے۔ معاشرے پر برائیوں کی دبیز چادر اور موٹی پرت پڑی ہوئی ہے۔ قدم قدم پر فیشن کے نام پر دینی احکامات و تعلیمات کا خون ہو رہا ہے۔ قدریں نابود ہو چکی ہیں اور ایمان متزلزل ہے۔ نام ہی کے مسلمان رہ گئے۔ نہ ایمان ہے اور نہ ہی اس کی روح۔ معاشرہ فحاشی اور ننگے پن جیسی برائیوں سے جوجھ رہا ہے جس نے انسانی اقدار کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ معاشرے کی یہ تبدیلی بھی فطرت کے عین موافق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ

یہ بات صدفی صد درست ہے۔ ہر شخص دنیا کے پیچھے شترِ بےمہار بنا بھاگ رہا ہے۔ آخرت، حساب وکتاب اور موت کا چنداں احساس نہیں۔ نتیجہ سامنے ہے۔ انسانیت خاک و خون میں تڑپ رہی ہے۔ آپ قانونِ فطرت کا مطالعہ کریں! گزشتہ اقوام کی تاریخ پڑھیں اسے دہرائیں! ان کے زوال کے اسباب کو جاننے کی کوشش کریں! آپ ایک ہی نقطہ پر پہنچیں گے کہ اللہ کی نافرمانی، تکبر و سرکشی اور دولت کے بےجا غرور نے ان جیسی زور آور اقوام کو خاک میں ملا دیا۔ موجودہ حالات بھی کچھ ایسے ہی ہیں، انسان شرعی احکامات کی پابندی سے بھاگ رہا ہے۔ ایسے میں انسانیت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے دوچار ہے اور مہنگائی جیسی مصیبت کی مار جھیل رہی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ہوش کے ناخن لیں اور اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مہنگائی سے بڑی کسی مصیبت سے دوچار کرے، ہم اللہ کے حضور صدق دلی سے توبہ کریں۔ بےحیائیوں اور فحاشیوں سے بالکلیہ اجتناب کرنے کا عزم بالجزم کریں۔ تاکہ ہم اس مصیبت سے نجات پا سکیں۔

2۔ ضروری اشیاء کی ذخیرہ اندوزی

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس کا ہر حکم انسانوں کی فلاح و بہبود کا

ضامن اور عدل وانصاف پر مبنی ہے اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اسلام نے تجارت کو ایک معزز پیشہ قرار دیا ہے۔ اب جبکہ اسلام کی نظر میں بہترین پیشہ تجارت ہے۔ اسلام نے "لاضرر ولا ضرار" کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے خرید وفروخت کے چند ایسے ضوابط مقرر کیے ہیں کہ جن کی بنیاد پر تجارت کا فائدہ ساری انسانی برادری کو یکساں ملے اور کوئی نقصان نہ اٹھائے۔ جن میں سے ایک ضابطہ یہ ہے کہ انسان اشیائے ضروری کی ذخیرہ اندوزی سے بالکلیہ احتراز کرے۔ تاکہ ہر چیز بازار میں حسبِ معمول وافر مقدار میں پہنچ سکے اور قلت کی وجہ سے کسی سامان کا نرخ آسمان نہ چھوئے۔ آج اشیائے خوردنی کی قیمتوں کے اضافے کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ تجارت پیشہ افراد ذاتی منفعت کی خاطر وافر مقدار میں خاص جنس کی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کر کے بھاؤ چڑھنے کا انتظار کرتے ہیں اور نقصان عام انسانیت کو اٹھانا پڑتا ہے اور ان مفاد پرستوں کی بیوقوفیوں کی وجہ سے پوری انسانیت غربت وافلاس سے دوچار ہوتی ہے۔ یہی وہ نقصان ہے جس سے خبردار کرتے ہوئے نبی گرامی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ذخیرہ اندوزی صرف خطاکار اور گنہگار شخص ہی کرے گا"۔ (صحیح مسلم)

3۔عام ضرورت کے سامان کی قلت:

قیمتوں کی مہنگائی اور گرانی کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ عام ضرورت کے سامان وافر مقدار میں مارکیٹ میں نہیں پہنچتے۔ جب سامان کا مطالبہ زیادہ ہوتا ہے اور مقدار کم ہوتی ہے تو قیمتیں خود بخود بڑھ جاتی ہیں۔ قلتِ سامان کے بھی بہت سارے اسباب ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

ا۔قحط سالی اور بارش کی کمی

ب۔سستی اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی۔

ج۔زراعت کے طریقوں سے ناآشنائی

د۔سود اور دیگر حرام کاروبار کا رواج۔

ہ۔ضرورت کے سامان کی ذخیرہ اندوزی وغیرہ

4۔فضول خرچی:

قیمتوں میں اضافے کا ایک اہم سبب لوگوں میں بڑھتی فضول خرچی کے مظاہر بھی ہیں۔ آج دولت کے نشہ میں بدمست حضرات پیسہ خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ ہجوم کا ہجوم بازاروں میں داخل ہوتا ہے اور محض شوق اور لطائفِ طبع کے لیے بہت ساری غیر ضروری چیزوں میں اپنی جیبیں خالی کرآتے ہیں جبکہ ایک موقعے سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما گوشت لیے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے جابر! ہاتھ میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: گوشت ہے، اچھا لگ گیا تو میں نے اسے خرید لیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا جو چیز تمہیں بہتر لگ جائے گی تم اسے خرید ہی لوگے؟ کیا تم اس آیت کے مصداق قرار پانے سے نہیں ڈرتے؟ ترجمہ:

"اور کہا جائے گا تم نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی ہی میں برباد کر دیں اور ان سے فائدہ اٹھا چکے، پس آج تمہیں ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی، اس باعث کہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس باعث بھی کہ تم حکم عدولی کیا کرتے تھے۔" (احقاف:20)

عمر رضی اللہ عنہ نے اس فعل پر جابر رضی اللہ عنہ کو محض اس لیے ٹوکا کہ اگر ہر شخص اپنی پسندیدہ چیزیں خریدنے لگے۔ خواہشاتِ نفس کا اسیر بن جائے اور نفس پر کنٹرول کی کوشش نہ کرے تو ایسی صورت میں قلتِ سامان کے باعث مہنگائی کا خدشہ مزید بڑھ جائے گا۔ ساتھ ہی عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی احساس دلایا کہ ایک مسلمان طبیعت کا بندہ نہیں ہوتا، اس کا نصب العین آخرت کی سرخروئی ہوتی ہے اور وہ حساب وکتاب کو ہمہ وقت سامنے رکھ کر کوئی قدم بڑھاتا ہے۔

5۔معاشرے سے تعاون کا فقدان:

کسی بھی ملک، معاشرہ اور سوسائٹی کی ترقی کے ضامن اس کے افراد ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے معاشرے میں بسنے والے افراد کے باہمی تعاون پر بہت زور دیا ہے۔ اعزہ واقرباء اور پڑوسیوں اور مہمانوں کے حقوق متعین کیے، زکوۃ اسی لیے واجب قرار پائی کہ اس سے غریبوں کی مدد ہو ان کی دیکھ ریکھ اور ان کا پالن پوسن ہو اور معاشرے کے تمام افراد سکھ چین کی زندگی بسر کریں۔ کیونکہ آپسی تال میل ہی وہ سنہری اور بیش بہا اصول ہے، جس سے کوئی خاندان، معاشرہ اور تنظیم ترقی پاسکتی ہے۔ صحابہ کرام کے دور میں خوشحالی، آسودگی اور توانائی کا ہی راز تھا کہ ان کے اندر بھائی چارہ، خیر سگالی، تعاون اور الفت ومحبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ مالدار حضرات فقراء کی مالی اعانت کیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان میں کوئی بھی فرد بھوکا نہیں رہتا تھا۔ واقعہ مشہور ہے: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں قحط سالی کے وقت عثمان رضی اللہ عنہ کا جو صحابہ کرام میں مالداری کی وجہ سے "غنی" کے لقب سے مشہور تھے، گندم اور دیگر غلوں سے لدا پھندا ہزار اونٹوں کا قافلہ مدینہ آیا۔ اصحابِ خیر عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اس غلے کو خرید کر مدینے کے فقراء کے مابین تقسیم کردیں لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے نفع لے کر بیچنے کے بجائے خود فقراء میں تقسیم کردیا۔

یہ ہے صحابہ کرام کے باہمی تعاون کی مثال۔ اگر بھلائی اور خیر خواہی کا جذبہ آج بھی معاشرے کے افراد میں پیدا ہو جائے تو یقین جانیے کوئی بھی سماج مہنگائی جیسی مصیبت سے دوچار نہیں ہوسکتا۔ اس کے برعکس قوم وسماج باہمی چپقلش، دشمنی، انارکی اور خود غرضی جیسی مذموم خصلتوں کو اپنالے تو حقیقت یہی ہے جس کا ہم مشاہدہ کررہے ہیں کہ ایسا معاشرہ تمام برائیوں کی آماجگاہ بن کر رہ جائے گا۔ اور یہ غلط بیانی نہیں بلکہ ایک تلخ سچائی ہے۔

6۔سستی اور اختیارِ پیشہ سے گریز:

اسلام نے ہر فرد کو ایک ذمہ دار فرد کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے۔ اور ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے بتایا ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی چیز کا مالک ہے۔ جس سے اس کی ملکیت کی بابت باز پرس ہوگا۔ اسی طرح اسلام نے ہر فرد کو اپنی خدمات، سہولیات اور تعاون فراہم کرنے پر بھی ابھارا ہے تاکہ معاشرے میں امن وامان، خوش حالی اور فارغ البالی کی فضا قائم ہو لیکن موجودہ سماج کی حالت بڑی ناگفتہ بہ ہے۔ قوم کی اکثریت پیشے سے دور اور ہنر سے ناآشنا ہے۔ دستکاری کا ہنر ان کے یہاں سے معدوم ہو چکا ہے۔ غیر کی نوکری اور غلامی کو خود کے پیشے پر ترجیح دیتے ہیں۔ چھوٹی تجارت کو یا تو حقیر سمجھتے ہیں یا محنت سے جی چراتے ہوئے اسے اختیار نہیں کرتے، جبکہ اسلام میں بہترین کمائی ہاتھ کی کمائی ہے اس میں برکت ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سب سے بہتر کمائی وہ ہے جسے انسان اپنے ہاتھوں سے کماتا ہے"۔

(صحیح بخاری:2702)

ماہرینِ اقتصادیات، اسکالرز اور دانشورانِ امت عموماً بڑھتی آبادی کو مہنگائی کا سبب بتلاتے ہیں، حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی روزی رساں ہے۔ وہ جتنے نفوس پیدا فرماتا ہے اسے روزی عطا کرنا بھی اسی کے ذمہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہر پیدا ہونے والا بچہ کوئی ہنر سیکھے اور کوئی پیشہ اختیار کرے تو یہ ایک موٹی سی بات ہے جو کم فہم انسان کے بھی پلے پڑسکتی ہے کہ افراد کی زیادتی سے اشیاء میں اضافہ ہوگا نہ کہ کمی۔ لہٰذا اسے مہنگائی کا سبب قرار دینا اسلامی اصولوں سے ناآشنائی کا بین ثبوت ہے۔

مہنگائی کا علاج

1۔انسان اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کرے:

فارسی کا یہ مقولہ یاد رکھنے کا ہے کہ "خود کردہ راعلاج نیست" یعنی اپنے کیے کا مداوا نہیں، سوائے یہ کہ انسان اس سے باز آجائے اور اپنی حالت سدھار لے اور صحیح راہ پر لگ جائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کوئی قوم کسی مصیبت سے دوچار ہوئی تو وہ خود اپنے کردہ گناہوں کی وجہ سے۔ آج پوری دنیا جس مصیبت میں گرفتار ہے، اس سے خلاصی کا سب سے پہلا حل یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ کوتاہیوں اور سیہ کاریوں پر نادم ہو۔ زندگی میں اسلامی احکامات کو نافذ کرے اور حرام کاموں کے ارتکاب سے بالکلیہ احتراز کرے۔ کیونکہ اللہ اپنے بندوں سے خوش ہوکر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور میں نے کہا: اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا اور تمہیں خوب پے درپے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا"۔ (سورۂ نوح)

2۔تجارت کے اسلامی اصول کی پابندی:

انسانی زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح خرید وفروخت کے سلسلے میں بھی اسلام کا بڑا انوکھا نظریہ ہے جسے اپنی زندگی میں نافذ کرکے بلاشبہ مہنگائی جیسی مصیبت سے عافیت حاصل کی جاسکتی ہے۔ ذیل میں بعض اصول ذکر کیے جاتے ہیں:

ا۔دھوکہ دہی سے ممانعت:

موجودہ تجارت کی بنیاد ہی دھوکہ دہی پر ہے۔ اشیائے خورد ونوش ہوں کہ لباس اور آرائش وزیبائش کی خریداری، تاجر پیشہ حضرات فریب دینے سے باز نہیں رہتے۔ سامان کا عیب پوشیدہ رکھ کر چار آنے قیمت کا منافع چوگنا لیا جاتا ہے اور ایسا کرنے میں انہیں عار نہیں ہوتا بلکہ تجارت کی منڈی میں یہ بنظرِ تحسین ہنر، آرٹ اور فن تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام نے اس حرکت سے بڑی سختی سے روکا ہے۔ چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا، جو غلہ بیچ رہا تھا۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس غلے میں داخل کیا تو اسے اندر سے بھیگا پایا۔ یہ دیکھ کر اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو کوئی بھی دھوکہ دہی کرے گا، وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے"۔ (صحیح مسلم)

ب۔بغیر خریداری کے ارادے سے قیمت بڑھانے کی ممانعت:

آپ کسی دوکان پر جائیں، کبھی مشاہدہ ہوگا کہ اس دوکان پر آپ کے علاوہ دیگر کئی لوگ بھی پہنچتے ہیں۔ اور جس چیز کو آپ خریدنا چاہتے ہیں، وہ افراد خریدار بن کر اس کی قیمت بڑھانے لگتے ہیں اس عمل کو شریعت کی اصطلاح میں "نجش" کہتے ہیں۔ درحقیقت یہ دوکانداروں کی سازش ہوتی ہے تاکہ آپ مطلوب سامان کو زیادہ قیمت دے کر خرید لیں حالانکہ اس حرکت سے اللہ کے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (بخاری:2412)

ج۔تلقی رکبان یعنی بازار میں پہنچنے سے پہلے قافلہ والوں کے سامان کو خریدنے کی ممانعت:

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم قافلے والوں کے سامان کو بازار کے پہلے بڑھ کر مت خریدو، جس کسی نے ایسی بیع کی تو سامان والا جب بازار پہنچے گا تو وہ نفاذِ بیع اور فسخ کے مابین مخیر ہوگا"۔ (صحیح مسلم، سنن ابوداود، سنن ترمذی، سنن نسائی)

علمائے کرام اس ممانعت کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ فعل بازار میں اس خاص سامان کی قلت کا سبب بنتا ہے اور وہ چیز مہنگی ہوجاتی ہے۔

د۔ذخیرہ اندوزی کی ممانعت:

سابقہ سطور میں گزرا کہ مہنگائی کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ضرورت کے سامانوں کی ذخیرہ اندوزی بھی ہے جس سے شریعت نے تاجروں کو روکا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اسلام میں دیگر تجارتی اخلاقیات ہیں جن کی پابندی اور نفاذ سے ہم مہنگائی جیسی مصیبت سے نجات پاسکتے ہیں۔

3۔حصول برکت کے آداب وذرائع کی پاسداری:

بلاشبہ شریعتِ اسلامیہ نے حصولِ برکت کے بہت سے آداب وذرائع متعین کیے ہیں۔ ایک انسان جن کو بروئے کار لاکر برکت جیسی نعمت سے محظوظ ہوسکتا ہے۔ اور ظاہری بات ہے کہ اگر آج بھی برکتوں کا نزول ہو تو ملک، صوبہ اور شہر غربت وافلاس اور مہنگائی جیسی مصیبتوں سے محفوظ ہوجائے گا اور ہر شخص آرام وسکون کی زندگی بسر کرنے لگے گا اور برکت کی وجہ سے اس کے مال ودولت ہی اس کے لیے کافی ہوں گے اور در در ہاتھ پھیلانے سے محفوظ ہوگا۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ جن افعال کو شریعت میں باعث برکت قرار دیا گیا ہے ان کی پابندی کریں اور ان کی انجام دہی کی کوششیں کریں۔

4۔جس سامان کی قیمت میں اضافہ ہو، اس کا بدل تلاش کیا جائے:

سیدنا مولا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مکے کے اندر کسی موقعے سے زبیب (کشمش) کی قیمت بڑھ گئی۔ لوگوں نے خط لکھ کر کوفے میں موجود مولا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس کا شکوہ کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ کشمش کے بدلے کھجور استعمال کیا کرو کیونکہ جب ایسا کروگے تو مانگ کی کمی سے کشمش کی قیمت گرجائے گی اور وہ سستی ہوجائے گی۔ اگر سستی نہ بھی ہو تو کھجور اس کا بہترین متبادل ہے۔ (تاریخ ابن معین، التاریخ الکبیر للبخاری)

5۔جس چیز کی قیمت میں اضافہ ہو انسان اس کے استعمال کو بند کردے:

ایک بار سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں گوشت کی قیمت میں حد درجہ اضافہ ہوگیا۔ لوگ گوشت کی گرانی کی شکایت لے کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سننے کے بعد کہا: "اگر اس کا بھاؤ چڑھ گیا ہے تو کم کردو"۔ لوگوں نے کہا: ہم تو ضرورت مند ہیں، گوشت ہمارے پاس کہاں ہے کہ ہم اس کی قیمت کم کردیں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دراصل میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اس کا استعمال کم کردو، کیونکہ جب اس کا استعمال کم ہوجائے گا تو اس کی قیمت بذاتِ خود کم ہوجائے گی۔ (تاریخ دمشق، حلیۃ الاولیاء)

اعوذُ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم !
عالی مرتبت سامعین وحاضرین!
قابلِ احترام دیوان احمد مسعود صاحب، آستانہ عالیہ بابا فرید الدین گنج شکر، پاکپتن شریف
محترم پیر سید جابر علی شاہ صاحب ہمدانی، آستانہ عالیہ بنگالی شریف!
قابلِ احترام پیر سید دلدار حسین شاہ صاحب، آستانہ عالیہ دیوانِ حضوری، بشندوٹ شریف
قابلِ احترام پیر معین الحق شاہ صاحب گیلانی، آستانہ عالیہ لکھوال شریف
میرے اُستادِ محترم کے حفید محترم علامہ ڈاکٹر محمد آصف صاحب ہزاروی چشتی
علامہ انوار المصطفیٰ صاحب ہمدمی، سربراہ تحریک منہاج القرآن، اسلام آباد
علامہ کامران قریشی صاحب اور
معزز مہمانانِ گرامی!

آپ سب خصوصاً مہمانانِ گرامی کا شکریہ کہ آپ نے اپنی محبتوں، اُلفتوں اور نوازشوں کے ذریعے میرے حوصلوں کو مہمیز دی۔ میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری محفل میں آپ سب کے خطابات میرے لیے راہنما اور منزل نواز ہیں۔ خصوصاً نابغۂ عصر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری زید مجدہ کا خطاب میرے مقاصد کو قوت دینے والا ثابت ہوا۔ اُمت مسلمہ کا وہ سرمایہ ہیں۔ اہل دین اگر اس طرح کی محبتوں کو اختیار کرلیں تو اللہ تعالیٰ کارگاہ حیات کی روحانی نعمتیں ایک بار پھر اُن کے نام کر دے۔ ڈاکٹر صاحب میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ آپ کی دُعائیں، آپ کے قیمتی الفاظ میرے لیے سرمائے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی طرح شاید میں بھی دُکھی ہوں کہ ابھی پسماندہ قوم کا ذہن آپ کی کوششوں کی طرف پوری طرح مائل نہیں ہوا۔ لیکن ان شاء اللہ وقت آرہا ہے کہ آپ کی حکمت کے روشن نقوش اُمتِ مسلمہ کی ترقی کا سبب بنیں گے، پاکستان بھی ترقی کرے گا۔

میرے بہت ہی پیارے ڈاکٹر محمد طارق صاحب مانچسٹر سے تشریف لائے ہیں۔ تھری میم انگلینڈ انہی کا ادارہ ہے۔ اصل میں اُن کی کوششوں سے میری تفسیر کا انگریزی ترجمہ شروع ہو رہا ہے۔ بعون اللہ الوھاب میں نے ہندکو زبان میں خود قرآن پاک کا ترجمہ کیا ہے۔ سرائیکی زبان میں میرے ترجمے کا ترجمہ عرفان جمیل صاحب نے شروع کیا ہے۔ میں یہ سب اللہ کی مہربانی سمجھتا ہوں۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں اپنے دل کا احساس بتانے لگا ہوں کہ آپ کی باتیں سُن کر میں سوچ رہا تھا کہ یہ میں ہوں جس کی تفسیر تبصرہ پر تبصرہ ہو رہا ہے۔ مجھے احساس ہوا کہ میں کشکول بدست فقیر ہوں۔ عاجز میں پہلے ہی تھا، آپ لوگوں نے آج مجھے کشکول بدست فقیر بنا دیا ہے۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں ساری ساری رات اللہ پاک سے مانگتا ہی رہوں۔ اُمت مسلمہ کے لیے، اپنے لیے، آپ کے لیے اور محبت کرنے والوں کے لیے۔ میں نے خطاب نہیں کرنا ان شاء اللہ اگلے پیر کو خطاب کروں گا۔ وقت کا دامن تنگ ہے۔ مجھے صرف خوش ہونا ہے اور آپ کو محسوس کرانا ہے کہ میں خوش ہوں۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اتنے دوست اتنے کرم فرما ڈاکٹرز، انجینئرز، علماء، وکلاء، مشائخ اس طرح میرے ساتھ پیار کرتے ہیں۔ یوں تو میں اپنے آپ کو فقیر اور عاجز محسوس کرتا ہوں لیکن آپ کی باتوں نے مجھے شیر بنا دیا ہے۔ میں سچے دل سے کہہ رہا ہوں، کہ جس طرح آپ جیسے اہلِ نظر، خصوصاً جس طرح ڈاکٹر صاحب نے پیار سے نوازا میں اُن کا اور آپ سب کا بہت شکر گزار ہوں۔ انسان کو اچھے دوست مل جائیں تو وہ فروتر نہیں ہوتے، وہ اللہ کی عطا ہوتی ہے۔

علامہ حافظ نور محمد صاحب، اقبال رضوی صاحب یہ سب بیٹھے ہیں۔ شاعر، الحاج اور دیگر عظیم لوگ بیٹھے ہیں۔ شاید میں پہلا شخص ہوں جس کی زندگی میں شعراء نے اسے محبت دی ہے، پیار دیا ہے۔ پھر دیوان صاحب کا آنا اور ان پیروں کا میرے ساتھ کھڑا ہونا باعثِ سعادت ہے۔ میں سمجھتا ہوں بندہ کچھ نہیں ہے۔ یہاں تو کروڑوں روپے لوگ لگاتے ہیں مگر انہیں ایک ہمنوا نہیں ملتا۔ تو اگر فقیر کا فقر دیکھ کر

لوگ آجائیں تو نظر آتا ہے کہ بابا فرید کی نظر ہے۔ میں نے ایک تو شکریہ ادا کرنا تھا، آنے کا شکریہ ادا کیا۔ دُعا بھی آپ سے لینی ہے۔ دُعا کرو کہ سرائیکی میں ترجمہ مکمل ہوجائے۔ جیسا کہ پہلے بتایا ہے کہ ہندکو میں، میں نے خود ترجمہ کر دیا ہے۔ ڈاکٹر طارق صاحب کی تھری میم کا بھی شکریہ۔ (نعرے۔)

میں آپ کو مولا علی کی ایک بات بتانا چاہتا ہوں وگرنہ میری محفل ادھوری رہ جائے گی:

آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا:

وعلیکم بکتاب اللہ

غور کیجیے دُشمن تیر و تفنگ لے کر حملہ کر رہا ہے کہ علی تیرے پرچم کو سرنگوں کر دیں گے۔ تیری ریاست کو بکھیر دیں گے لیکن عین جنگ کے دوران علم کی بات کرنا۔ جنگ میں لوگ مدد مانگتے ہیں۔ کہ میری طرف آؤ۔ تلوار، شمشیر اور تیز نیزوں کے ساتھ میری مدد کرو لیکن سلام علی پر۔ اُنہوں نے اس وقت بھی کہا **وعلیکم بکتاب اللہ**۔ تم پر اللہ کی کتاب لازم ہے۔

۔۔۔۔۔تم پر کتاب اللہ لازم ہے۔

۔۔۔۔۔قرآن حکیم لازم ہے۔

فانہ الحبل المتین

قرآن کیا ہے۔؟ ایک مضبوط ریسمان ہے۔ اتقان ہے، مضبوط رسی ہے۔

تبصرہ کی خوشیوں میں اس سے بڑا پیغام کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن ایک مضبوط رسی ہے۔ مسلمانو! بکھرو نہ، بٹو نہ، تقسیم نہ ہو۔ میں کیوں بتاؤں کہ تمہارے لیے نجات کی وہ کشتی کون سی ہے؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ نجات کا سفینہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی بتایا ہے، نوح علی نبینا وعلیہ السلام کے سفینہ کی طرح، ۔۔۔۔ وہ سفینہ نوح کی طرح ہیں۔

میں چھپاؤں بھی کیوں؟ پہلے میں نے کہا کہ میں بتاؤں بھی کیوں؟ اب میں کہتا ہوں میں چھپاؤں بھی کیوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میری اہل بیت ہے۔ سفینہ میں سوار ہوجاؤ۔ علماء ہوں تو پھر بھی عوام ہو تو بھی۔ کشتی میں سوار ہوجاؤ۔ جس طرح حضرت نوح علی نبینا وعلیہ السلام نے سارے جوڑے بٹھائے تھے۔ اسی طرح جو سارے جوڑے ہو بیٹھ جاؤ۔ میں اوترے نکھترے (ابتر) لوگوں کا ذکر نہیں کر رہا۔ میں اُن کا ذکر کیوں کروں جن کا نہ کوئی اب ہے، نہ ام ہے اور نہ اخ ہے۔ اسی طرح اُن کا نہ کوئی صدیق ہے نہ رفیق ہے۔ بیٹھ جاؤ سفینہ میں۔ وہ سفینہ نجات ہے۔ اُس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضبوط رسی جوڑی ہے۔ اُس کے ہاتھ میں حضور نے وہ مضبوط رسی دی ہے۔

فانہ الحبل المتین

مولا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ریسمان محکم ہے۔ ریسمان رسی کو کہتے ہیں۔

والنور المبین

''اور ضیائے روشن ہے''۔

اگر آپ جا رہے ہوں کراچی (ویسے کراچی والے کراچی جانے نہیں دیتے)۔ فرض کیا آپ جا رہے ہیں۔ ساری دُنیا کے دانا اپنے گھر بلاتے ہیں۔ مگر بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہمارے پاس نہ آؤ۔ طبعیتیں ہیں ناں۔ مزاج ہے۔ چلو آپ جا رہے ہیں کراچی۔ چھوڑو کراچی کو۔ آپ مدینہ جا رہے ہیں۔ اللہ آپ کو مدینہ لے جائے۔ آپ مدینہ جا رہے ہیں۔ تو راستے میں پلیٹ فارم آتے ہیں۔ ایک پلیٹ فارم پر لوڈ شیڈنگ ہے۔ ہر طرف اندھیرا ہے۔ پتا چلتا ہے کہ اگلا اسٹیشن روشن ہے۔ وہاں ضیائے نور ہے۔ تو مجھے بتاؤ کہ آپ ظلمتوں میں ٹھہرو گے یا روشنیوں کی طرف جاؤ گے؟

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا کہ ہمارے پاس ایک رسی ہے وہ قرآن ہے۔ تم قرآن کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔ ضیائے روشن بھی انہی کے پاس ہے۔ ظلمات میں کیوں جاتے ہو؟ روشنیوں میں آؤ۔ اس روشنی میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ والضحیٰ نظر آئے گا۔ قرآن ضیائے روشن ہے۔

والشفاء النافع

(قرآن) نفع دینے والی شفاء ہے۔ دوائیاں کھاتے رہو۔ ہر دوائی شفا نہیں دیتی لیکن مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ قرآن شفاء دیتا ہے۔ تم کسی بھی مرض میں ہو، روحانی ہو یا ظاہری ہو، اپنا رشتہ و ناتا قرآن کے ساتھ جوڑو، اللہ شفاء دے گا۔ مزید فرمایا:

والری النافع

قرآن ایسا ساز و سامان ہے، توشۂ راہ ہے جو ویران نہیں ہوتا۔ آدمی کو منزل پر پہنچاتا ہے۔

والعصمۃ للمتمسک

اگر تم قرآن کو اختیار کر لو تو جو شخص قرآن کو مضبوط پکڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے، چلو میں مان لیتا ہوں، اُس کو معصوم نہیں بناتا مگر عصمت عطا فرما دیتا ہے۔

والنجاۃ للمتعلق

بچے! قرآن سے اپنا رشتہ و ناطہ جوڑ لو تو مولا پاک سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں نجات مل جائے گی۔

لایعوج فیقوم

قرآن کے ساتھ لگ جاؤ، قرآن ٹیڑھا ہی نہیں ہونے دیتا۔ تو جو ٹیڑھا نہیں ہوتا اُس کو کھڑا کر کے ٹیک دینے کی ضرورت کیا ہے؟ ٹیک اُنہیں چاہیے جو ٹیڑھے ہیں۔ جو قرآن کے ساتھ سیدھے ہیں اللہ اُن کو صراطِ مستقیم کی سیدھی منزل نصیب فرماتا ہے۔

ولایزیغ فیستعتب

قرآن کے ساتھ جو لگ جاتا ہے وہ بہکتا نہیں ہے۔ وہ گمراہ نہیں ہوتا۔ رجوع کی ضرورت تو اُس کو ہوتی ہے جو قرآن سے ہٹ جائے۔ جو قرآن کے ساتھ کھڑا ہوجائے تو اُسے پلٹنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آواز ہم اُس کو دیتے ہیں جو قافلے سے بچھڑ گیا ہو۔ جو پہلے ہی دامن پکڑ کر ساتھ ساتھ چل رہا ہے، سوہنیو! اُس کو آواز نہیں دی جاتی۔ آواز تو بچھڑوں ہوؤں کو دی جاتی ہے جو چھوڑ جائیں، اُن کو آواز دی جاتی ہے۔

ولاتخلقہ کثرۃ الردو ولوج السمع

یہ اچھا کلام ہے جس کو بار بار سنو۔ مولا پاک سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ یہ وہ کلام ہے جس کو بار بار سنا جائے۔ اس کو کروڑوں دفعہ بھی سنو تو یہ کلام پرانا نہیں ہوتا۔ اس قرآن میں باسی پن نہیں آتا۔ یہ تازگی دیتا ہے۔ یہ تازگی رکھتا ہے۔ یہ تازگی نواز ہے۔ یہ شگفتہ ہے۔ یہ شگفتگی نواز ہے، یہ دلوں کو شگفتہ کرتا ہے۔ یہ ذہنوں کو شگفتہ کرتا ہے۔ یہ روحوں کو شگفتہ کرتا ہے اور جب دوزخ کے شعلے دیکھ کر لوگ ہائے ہائے پکار رہے ہوں گے، قرآن تمہیں اُنگلی سے پکڑ کر جنت میں داخل کر دے گا۔

بس بھئی! مولا پاک کے آخری لفظ آپ کی نذر کروں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

من قال بہ صدق

''سچا وہی ہے جو قرآن کے ساتھ بات کرے''۔

ومن عمل بہ سبق

اور جو قرآنی احکامات پر عمل کرتا ہے وہ لازمی آگے نکل جاتا ہے۔تو یہ عزتیں جو اللہ نے ہمیں دی ہیں۔ یہ ہماری نہیں ہیں یہ قرآن کی ہیں۔ یہ کتاب اللہ کی ہیں۔ یہ حضور ﷺ کی ہیں۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے بے مثال الفاظ کے ساتھ سورۃ ''ق'' کے اُس مرجع کی طرف اشارہ کیا جس سے میں عاجز نے اپنی تفسیر کا نام ''**تبصرۃ و ذکریٰ بکل عبد منیب**'' والی آیت سے اخذ کیا۔

''تبصرہ'' کمنٹری کے معنیٰ میں نہیں ہے۔ یہ تبصرہ جو ہم کرتے ہیں وہ معنیٰ بھی نہیں ہے۔ اس تبصرہ کی جو بنیاد ہے وہ بصیرت ہے۔ مجھے وقت کی تنگیِ دامانی کا پتہ ہے۔ اس لیے میں صرف یہ بتاؤں گا کہ تبصرہ اور بصیرت کے اٹھارہ معانی ہوتے ہیں:

1۔حجت 2۔دلیل 3۔یقین

4۔ارادہ 5۔ہوا 6۔شاہد

7۔اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لانے والا المُخرج جو نکال لے۔

8۔وحی کی روشنی میں عقل سے کام لینے والا 9۔کھلی ہوئی حقیقت

10۔روشن علم 11۔ادراکات کو منزل مِل جانا 12۔قوتِ بینائی

13۔شکار پر جس وقت تیر پھینکیں اور وہ تیر اپنی منزل پر پہنچے تو جس وقت اُس پر شکار کا خون لگ جائے اور پتا لگ جائے کہ تیر اُس ہدف پر پہنچ گیا ہے جس پر پہنچنا چاہیے تھا۔

14۔سخت زمین میں سفید پتھر

15۔بوسیدہ پتھر پر سنگِ مرمر کی وہ لوح (تختی) جس پر نام لکھا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے وہ تختی قبر پر نظر آتی ہے۔

16۔زرہ بکتر 17۔کسی چیز کو جان لینا 18 ۔کسی چیز کا نمایاں ہونا۔

یہ سارے معانی ہیں۔ کسی مفسر کا مقصود ہوتا ہے کہ میری کتاب سے کیا کیا چیزیں پوری ہوں۔ یقیناً میرا مقصود یہ تھا کہ پورے قرآن مجید پر اس طرح قلم آرائی کی جائے کہ پہلے بصیرتیں عام ہوں، جو اٹھارہ معانی بتاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ بیداری پیدا ہو۔ ذکریٰ بیداری کو بھی کہتے ہیں۔ لوگوں کے اندر بیداری پیدا ہو۔ تیسری چیز لوگوں میں عبادت کا شعور پیدا ہو۔ (عبد) اور چوتھی چیز انابت ہے۔

اب آیئے میں بتاؤں ''نوب'' شہد کی مکھیوں کو کہتے ہیں۔ ''نوب'' شہد کی مکھیوں کو کیوں کہتے ہیں؟ یہ اس لیے کہتے ہیں کہ شہد کی مکھی اڑھائی سو کلومیٹر تک اپنے چھتے سے دور چلی جاتی ہے۔ وہ پھولوں کا رس کشید کرتی ہے۔ اڑھائی سو کلومیٹر تک دربدر، کُو بکُو، کوچہ بہ کوچہ، گل بہ گل، گلشن بہ گلشن، گلستان بہ گلستان وہ شہد کی مکھی جاتی ہے۔ لیکن اس کی نظر اپنے چھتے پر ہوتی ہے۔ وہ اپنے چھتے کو نہیں بھولتی۔ ربِّ کریم نے کہا مومن وہ ہوتا ہے جو جس علم کے درخت پر بھی بیٹھے وہ محمد ﷺ کے قرآن کو نہیں بھولتا۔ اصل میں ہماری منزل قرآن پاک ہے۔ مجھے جو مرضی ہے کہہ لیں، مسلمان کہہ لیں، مسلمان نہ کہیں، رافضی کہہ لیں۔ مجھے جو مرضی ہے جو دِل کرے کہہ لیں۔ میں ہوں تو وہی ناں جو خُدا کے نزدیک ہوں۔ اللہ تم سے تو نہیں پوچھے گا کہ یہ کون ہے۔ جس دِن اللہ تم سے پوچھے تو پھر سمجھو قیامت آ گئی۔ بدنیتیں ترک کریں اور محبت اور پیار کے ماحول میں قدم رکھیں۔

میرے پیارے منیب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ جس میں انابت ہو۔ جس میں انابت نہ ہو وہ منیب نہیں ہوتا۔ معاف کریئے! میں کسی اور طرف اشارہ نہیں کرتا ''عبد منیب'' قرآن کے الفاظ ہیں۔ جس میں انابت ہو۔ اپنی اصل کو نہ بھولے۔ جو رسول کریم ﷺ کی دہلیز کو نہ بھولے۔ جو قرآن کو نہ بھولے۔ جو کتاب اللہ کو نہ بھولے۔ جو آیات اللہ کو نہ بھولے اور فراموش نہ کرے۔ اُس میں انابت کہاں ہو گی جس کو سیدہ فاطمہ کا دروازہ ہی بھول جائے۔ سیدہ طیبہ طاہرہ ہی کا دروازہ بھول جائے۔ حسن کا دروازہ بھول جائے۔ حسین کا دروازہ بھول جائے۔ علی کا دروازہ بھول جائے۔ یہ میں نے نہیں کہا حضور ﷺ نے کہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ میرا فیصلہ تھوڑا ہی ہے۔ میرا فیصلہ نہیں ہے۔ یہ میرے حضور ﷺ کا ہے۔ اگر آپ سیکھنا چاہتے ہیں وہ نالج (علم) جو قرآن میں ہے تو بہر حال آپ کو علی کی دہلیز چومنی پڑے گی۔ ڈرتے کیوں ہیں؟ اس دُنیا میں فلم ایکٹر اپنے استاد کا نام لینے میں نہیں شرماتے، رقص کرنے والے لوگ اپنے استاد رقاص کا نام لیتے ہوئے نہیں شرماتے۔ لوگ ڈرامہ لکھنے والے ڈرامہ نویس کا نام لیتے وقت نہیں شرماتے۔ تو تم اور میں مولا علی کرم اللہ وجہہ کا نام لینے سے کیوں شرمائیں۔ (نعرے)

آخری الفاظ کسی عاشق نے کہا تھا:

پرد در وسعت گردوں یگانہ
نگاہ او بہ شاخ شیانہ
(علامہ اقبال)

تو شاہین بن جو کھلی فضا میں اُڑے اور اُس کی ادا یگانہ ہو۔ وہ اپنا آشیانہ نہ بھولے۔ اگر پرندے بھی اپنا آشیانہ نہیں بھولتے تو ہم حضور ﷺ کا گھر کیوں بھولیں؟ وہ شخص گمراہ ہے جو شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو نہیں مانتا اور وہ شخص اُس سے بھی بڑا گمراہ ہے جو حضور ﷺ کی دہلیز کا مقام نہیں جانتا اور حضور ﷺ کے گھر کا مقام نہیں مانتا۔

پرد در وسعت گردوں یگانہ
نگاہ او بہ شاخ شیانہ

اپنے آشیانہ، اپنی منزل اور اپنی دہلیز کو فراموش نہ کرو۔

عزیز دوستو! نہ چاہتے ہوئے بھی 25 منٹ گفتگو کر لی ہے۔ کوئی ایسا دوست جس کا نام نہ لیا ہو، میں اُس سے معذرت چاہتا ہوں۔ قاسم صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر اپنے ہاتھ سے دے دیں۔ یار اتنی رسم تکلف میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو مہمان لینا چاہیں لے لیں، تفسیر تو تفسیر ہی ہے۔ میرے ہاتھ لگانے سے اُس میں لکھا ہوا بڑھے گا نہیں اور نہ لگانے سے گھٹے گا نہیں۔ یہ تفسیر آپ کو باہر سے بھی ملے گی۔ اس ڈاکٹر طارق صاحب کے لیے، ان کے لیے نہیں، ان کی تھری میم کے لیے دُعا کریں۔ میری تفاسیر، جن کو انگریزی کے قالب میں ڈھالنے کے لیے لاکھوں کروڑوں روپیہ لگے گا، تھری میم نے وہ برداشت کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ان شاءاللہ العزیز یہ کتابیں بھی آپ کے ہاتھوں تک پہنچیں گی۔ میں نے دراصل اپنی تفسیر کے انگریزی ترجمے کے لالچ میں یہ تقریب رونمائی کی ہے۔ وگرنہ میرا ایسا مزاج نہیں ہے۔ میں نے تو علامہ قاسم صاحب سے پوچھا تھا کہ میری تفسیر کی جو تقریب رونمائی

ہوگی، آیا اُس کے اندر میں نے بھی بیٹھنا ہے یا نہیں بیٹھنا؟ اُس نے بتایا کہ آپ نے آنا ہے اور بیٹھنا بھی ہے۔ میں نے کہا کہ یار میں کس طرح اپنے قصیدے سنوں گا، اگر کوئی تنقید کرنے والا ہوتو میں سُن لوں گا۔ بصورتِ دیگر میرے لیے مشکل ہے۔ پھر میں نے کہا کہ میں نے وضو وغیرہ کے لیے بھی اٹھنا ہوتا ہے، میں شوگر کا مریض ہوں۔ تو اُنہوں نے کہا کہ جو بھی ہے آنا پڑے گا۔ لہٰذا میں نے کہا کہ میں ہمت کر ہی لوں گا۔ میں بیٹھوں گا۔ بچے! مجھے تعریف سننے کا شوق نہیں۔

اصل میں میری ماں نے مجھے، بہت بچپن میں تین نصیحتیں کی تھیں۔ پہلی نصیحت یہ کی تھی کہ بچے سب کچھ قرآن ہے۔ اس قرآن مجید کو نہ چھوڑنا۔ شُکر اللہ، الحمدُ للہ۔ چار یا ساڑھے چار سال کی عمر میں، میں نے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ اب تک قرآن مجید کے ساتھ ہوں۔ پٹی سیپارے یسرنا القرآن سے منزل شروع ہوئی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ ہر روز دس سیپارے نصیب کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ آخری وقت محسوس کر رہا ہوں کہ اب کتنا اور زندہ رہیں گے۔

دوسری، انہوں نے کہا تھا بچے جب تک جیب میں پیسے ہوں کسی سے مانگنے نہیں۔ شکر اللہ کا، الحمدُ للہ جیب کے پیسے ختم ہی نہیں ہوتے۔ مانگنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو نوازدے۔

تیسرا، اُنہوں نے کہا تھا بچے جو کچھ قرآن مجید میں پڑھے تو جب پہلے اُس پر عمل کرے گا اور پھر اُس کی تبلیغ کرے گا تو اُس کا اثر اور قسم کا ہوگا۔ تو جس دن میں یہ آیت پڑھوں ناں "ینفقون فی سبیل اللہ"۔ اُس دن پہلے 10، 20، 30 روپے کچھ نہ کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں۔ اُس کے بعد تفسیر لکھتا ہوں، مزہ ہی اور آتا ہے۔

حمزہ مصطفائی! آپ کا شکریہ، میں نے آپ کو کہا تھا کہ ایک کام آپ کر لیں تو میں تجھے ایسی عزت دوں گا کہ ساری دُنیا دیکھے گی۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کر لیا ہے۔ کسی آدمی سے بچے میں ناراض نہیں ہوں۔ سب میرے دل کے ٹکڑے ہو۔ جو ہوگیا، ہوگیا۔ قرآن مجید کی آیت نے صاف راستہ بتا دیا ہے۔

واذافرغت فانصب والی ربک فارغب

جدوں فارغ ہو گئے او، سارے کم کر کے، تے ہنڑ چلو اللہ اللہ کرو (یعنی جب سارے کاموں سے فارغ ہو گئے ہو تو اب اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ)۔ تو ہماری منزل "والی ربک فارغب" کی طرف ہونی چاہیے۔ دلوں میں حسد، بغض، کینے اور ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے جیسی باتوں سے بچنا چاہیے۔ اس موقع پر میں ARY کا ذکر نہ کروں تو ناسپاسی ہوگی۔ ARY کے حاجی عبدالرؤف صاحب، عامر فیاضی صاحب اور اُن کا عملہ قابل مبارکباد ہے۔ ان کا عملہ نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ ان کے نیچے نیچے سے سارے عملہ کے لوگ مجھ سے بیعت ہو گئے ہیں۔ اللہ ان کو خوش رکھے۔ ان کو کرم سے نوازے۔ ویسے بھی میری آواز کو طاقت ور بنانے کے لیے جتنا وہ مجھ سے پیار کرتے ہیں، میں اُن کے لیے پہلے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور طاقت اور برکت دے اور پھر آج کے پروگرام پر بھی ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اُن کے پیروکاروں (Followers) کی تعداد ایک ملین یعنی (یعنی 10 لاکھ) ہو گئی ہے۔ سوشل میڈیا کے اتنی کثیر تعداد میں فالوورز ہونے پر انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس سے ہم لوگوں اور آپ کی آواز کو بھی طاقت ملتی ہے۔ حکمت قرآن پروگرام ہے، صدائے محراب ہے، ان کو طاقت مل رہی ہے۔ خصوصاً سوشل میڈیا اور یوٹیوب پر ARY کے ذریعے نیکی کا پیغام عام ہو رہا ہے۔ اُن کی بڑی مہربانی ہے ان کا شکریہ بھی ان کے لیے دُعا بھی اور میری طرف سے اُن کے لیے مبارک بھی ہے۔

آج میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ جو چیزیں مجھ سے رہ گئی ہیں، اگر پوچھنی ہوں اور محاسبہ کرنا ہو تو قاسم کا کر لیں۔ الحاج سرور صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں، میں سمجھا تھا کہ چلے گئے ہیں۔ انہوں نے مدحیہ قصائد لکھے ہیں۔ پیر سید خضر حسین شاہ صاحب چشتی نے میری زندگی میں کلام لکھا۔ وہ بڑا زوردار کلام ہے اور میں آپ کو بتاؤں کہ میں وہ آدمی ہوں کہ عبدالحمید عدم نے بھی میرے بارے میں ایک رباعی لکھی ہے۔ وہ جب میں بہت چھوٹی عمر میں تھا اُس وقت اُنہوں نے لکھی تھی۔ انہوں نے (یعنی سرور الحاج صاحب نے) کلام پہلے بھی لکھا۔ آج بھی لکھا۔ ان سب شعراء کا شکریہ۔ ان سب کی مہربانی۔ آج اور وقت نہیں لیتا اور میں خصوصی شکریہ کرتا ہوں دیوان صاحب کا، دلدار شاہ صاحب کا اور پیر سید جابر علی شاہ صاحب ہمیشہ شفقت فرماتے ہیں اور میرے ساتھ چلتے ہیں۔ اس دفعہ پاک پتن شریف میں گیا تو دیوان صاحب نے میری دستار بندی بھی فرما دی۔ میں سب مشائخ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ڈاکٹر آصف ہزاروی صاحب میرے استاد زادے ہیں۔ شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی میرے استاد ہیں، یہ اُن کے پوتے ہیں۔ ان کی بڑی عزتیں ہیں۔ تھوڑا سا، ہلکا سا بھی اشارہ کروں تو تشریف لے آتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ میں آپ کا سرمایہ ہوں۔ آپ کی طاقت ہوں۔ میرا جو کچھ بھی ہے وہ میرا نہیں ہے اُمتِ مسلمہ کا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آؤ یہ جو مضبوط رسی قرآن مجید کی ہے اس کو مِل جُل کر پھیلاتے ہیں۔ میں نے تو ایک زمانے میں کہا تھا کہ میں نام نہیں لکھتا تراجم پہ، ویسے ہی میں چھاپ دیتا ہوں۔ مجھے ایک بندہ کہنے لگا کہ اس طرح احساس مسئولیت نہیں ہوتا۔ اگر کسی نے کوئی چیز پوچھنی ہو تو کس سے پوچھے گا؟ لہٰذا آپ نام لکھیں۔ عتیق نے آج بہت سوہنا کلام پڑھا ہے۔ ویسے تو یہ بچہ میرے پاس پڑھا ہے۔ اس کی بھی مہربانی، اس کا بھی شکریہ۔ آپ جتنے بھی دوست ہیں، بہت لائق ہیں۔ مجھ سے بھی لائق ہیں۔ مجھ سے پہلے جتنے بھی مفسرین ہوئے ہیں، میں نے اُن کے حوالے دیے ہیں۔ آپ کو حیرانی ہوگی کہ بعض اوقات ایک سطر کا حوالہ تین سطری بنتا ہے۔ میں نے ایسے مختصر اقتباس کے حوالے پر بھی اُس تفسیر کا نام لکھ دیا ہے اور اُس کے مصنف کا نام بھی لکھا ہے۔ میرے خیال میں جن لوگوں نے تنقید کی ہے اُن کے لیے اچھا حوالہ ہے کہ یہ اہل سنت وجماعت کی طرف سے پہلی تفسیر ہے کہ جس تفسیر میں باقاعدہ حوالوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اب تک بارہ ہزار صفحات لکھے جا چکے ہیں اور آپ کو حیرانی ہوگی کہ بارہ ہزار صفحات میں سات ہزار حوالہ جات دیے گئے ہیں۔ یہ حوالہ جات بڑے بڑے اکابر کی تفاسیر کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول کرے۔ بھائی بندے نے مر کر خاک کا پیوند ہونا ہے۔ جس جس آدمی نے اس پروگرام میں تعاون کیا اللہ تعالیٰ اُس کو جزائے خیر سے نوازے اور جس نے نہیں کیا اللہ اُس کو بھی کرم سے نوازے اور جس نے تمہیں گالیاں دی ہیں فیس بک پر اللہ اُس کو بھی کرم سے نوازے۔ ہم کسی آدمی کے لیے بدعا نہیں کرتے۔

اگرچہ پیر دلدار صاحب بھی تشریف فرما ہیں لیکن ہم سب کے لیے بیکن لائٹ (مشعلِ راہ) بابا فرید صاحب کا آستانہ ہے، میرے دادا جی صاحب اور میرے والد صاحب چشتی تھے اور چشتی ہونے کے ناطے پاکپتن شریف کا بڑا پروٹوکول ہے تو حضرت دیوان صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ دُعا فرما دیں اور اُن کی دُعا کے ساتھ ہی جلسہ ختم ہو جائے گا۔

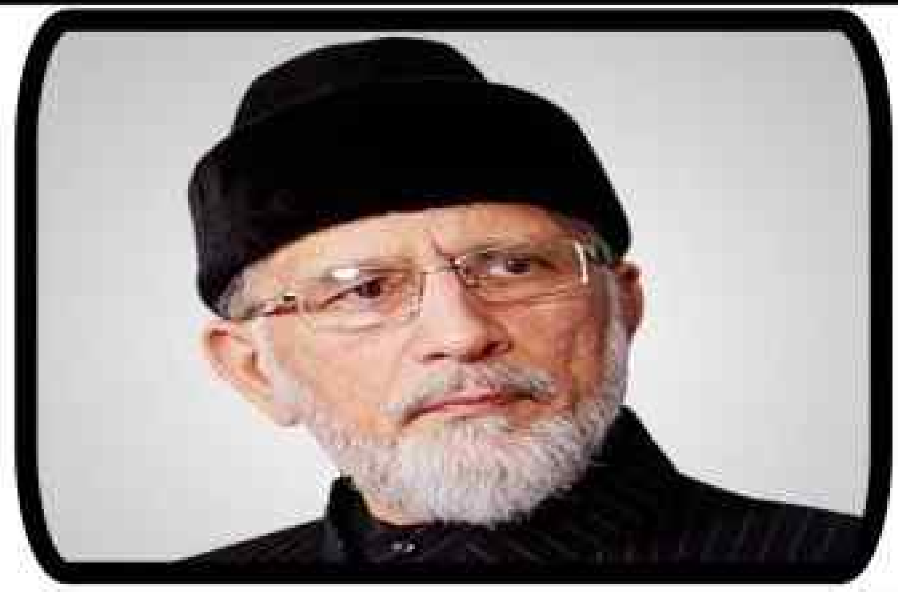

شیخ الاسلام

علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری

صاحب کا خطاب

ایک علمی وروحانی شخصیت جو مفسر و مفکر بھی ہیں اور مؤرخ بھی۔ جو میرِ کارواں بھی ہیں اور پیرِ مغاں بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ قبلہ شاہ جی کے ساتھ سادات ہونے کے ناطے سے محبت و پیار و عقیدت کا رشتہ رکھتے ہیں۔ عصر حاضر کے نابغۂ روزگار اور عبقری جن کی نگہ بلند اور سخن دلنواز ہے۔ آپ کا سینہ ہمیشہ ہی ملک وملت کے درد سے ماموررہتا ہے۔ احیائے دین، احیائے قرآن وسنت اور دینی تعلیمات کی تجدید کا جتنا کام قدرت نے دورِ جدید میں ڈاکٹر صاحب سے لیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ حضور قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی علیہ الرحمہ کے عظیم روحانی فرزند، علم وسخن کی دنیا کے ناز اور بانی وسرپرست تحریک منہاج القرآن کا قبلہ شاہ جی کی تفسیر پر حسین تبصرہ قارئین کی نذر کیا جارہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں صرف یہی کہا جاسکتا ہے:

پھول کی خوشبو، ہوا کی چاپ، شیشے کی کھنک
کون سی شے ہے جو تیری خوش بیانی میں نہیں ہے

(ادارہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکات!

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حضراتِ مشائخ عظام! علمائے کرام اور محترم ومکرم حاضرین مجلس مجھے تھوڑی ہی دیر قبل میسیج پہنچا ہے کہ محترم المقام حضرت العلام پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب دامت برکاتھم ان کی تفسیر ''تبصرہ'' کی تقریب رونمائی ہو رہی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ میں چند کلمات اس موقع پر بھجوادوں اور نذر سامعین کردوں۔ سو میں بالکل اختصار کے ساتھ سب سے پہلے میرے بہت ہی عزیز اور مہربان دوست حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب کو اس تفسیر ''تبصرہ'' کی تصنیف پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ ربّ العزت اس ''تبصرہ'' کے ذریعے ہزاروں لاکھوں لوگوں کو بصیرت سے نوازے۔

اب میں اپنے مختصر سے پیغام میں اس ''تبصرہ'' کے حوالے سے چند کلمات آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گا۔ شاہ صاحب نے بہت خوب صورت عنوان اپنی تفسیر کے لیے تجویز کیا ہے اور اس کتاب کو بہت عمدہ نام دیا ہے۔ یہ عنوان انہوں نے قرآن مجید کی سورۃ ''ق'' کی آٹھویں آیت سے لیا ہے، جس میں اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:

تبصرۃ وذکری لکل عبد منیب (ق:8)

سو یہ لفظ ''تبصرہ'' براہ راست قرآن مجید سے مستعار ہے۔ انہوں نے یہ عنوان ''تبصرہ'' کیوں اختیار کیا؟ میرا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ ان کا ذہن رسا یقیناً اس لفظ ''تبصرہ'' کے ورود کے پس منظر پر ہوگا۔ اس آیہ کریمہ کا پس منظر اور پیش منظر یعنی سیاق وسباق بہت خوب صورت اور بصیرت انگیز ہے کہ قرآن مجید کے بیان کے اس ماحول میں لفظ تبصرہ وارد ہوا ہے جو محترم شاہ صاحب کی تفسیر کا عنوان بنا ہے۔ میں انہیں اس حسن انتخاب پر بھی مبارک باد دیتا ہوں۔ سورۃ ق میں اللہ ربّ العزت نے منکرین اور کفار ومشرکین کے تعجب سے اک مضمون کا آغاز فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا گیا ہے:

ق والقرآن المجید

یہ تو ابتدا ہے سورۃ ق کی اس کے معنی کی طرف نہیں جاتا کہ طویل مضمون ہے اصل تبصرہ کی طرف آرہا ہوں ارشاد فرمایا:

بل عجبوا ان جاءھم منذر منھم

کہ کفار ومشرکین مکہ کو بڑا تعجب ہوا یعنی یہ تعجب منکرانہ ہے اور تعجب منکرانہ ہمیشہ اوائل زمانوں سے ہمارے زمانے تک رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ ان کو اس بات پر بڑا تعجب ہے اور تعجب جو ہے یہ اس وقت یہ کیفیت وارد ہوتی ہے جب کوئی بات ان کے محدود ذہن میں نہیں آتی یا سمجھنے کی تھوڑی صلاحیت کے باعث وہ اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے۔ وہ کہتے ہیں انہیں بڑا تعجب ہوا کہ ہمیں میں سے ایک شخص ہمیں ڈرانے والا پیغمبر بن کر مبعوث ہوگیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر تعجب کر رہے ہیں اور آگے ارشاد الٰہی ہے:

فقال الکافرون ھذا شئی عجیب

سو ان کفار اور مشرکین نے کہا کہ ہمیں میں سے کسی کا منذر بن کر، رسول بن کر مبعوث ہو جانا بڑی عجیب بات ہے اور عجیب بات کا مطلب ہے کہ ہم اسے قبول کرنے کو تیار نہیں پھر ان کے پیغام پر بھی اسی تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کا بھی ذکر کیا، تیسری آیت میں فرمایا:

اذا متنا وکنا ترابا ذلک رجع بعید

دیکھیے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے تو پھر سے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے وہ کہتے ہیں مر کے مٹی ہو جانے کے بعد پھر سے زندہ کیے جانا یہ بھی بہت بعید بات ہے۔ بعید سے مراد ہماری عقل کی سمجھ سے بعید ہے۔ ہمارے فہم وادراک سے بعید ہے۔

پھر آگے آیت نمبر 5 میں ارشاد فرمایا اور یہ عجیب کہنا بعید کہنا اور آگے ایک لفظ آرہا ہے ''مریج'' یہ سارے الفاظ ایک تسلسل میں وارد ہوئے ہیں جہاں انکار کا ذکر کرنا

مقصود ہے۔ تعجب ہے، انکار ہے، حق کو مسترد کرنا ہے، حق کو ناممکن قرار دینا ہے۔ ناقابل قبول ڈیکلیئر کرنا ہے۔ یہ اسی پس منظر میں تمام الفاظ استعمال ہوئے۔ آیت نمبر پانچ میں فرمایا:

بل کذبوا بالحق

سوانہوں نے حق کو جھٹلا دیا، تکذیب کی

لما جاءھم

پھر وہ حق جوان کے پاس آیا ایک واضح پیغام لے کر اور حق کے معجزات دیکھے، علامات دیکھیں، آیات دیکھیں، ان کی شان وشوکت دیکھی اور ان کی عظمت پر اور ان کی صداقت پر بڑی نشانیاں دیکھیں اور کوئی ایک نشانی نہ رد کر سکے کوئی ایک دلیل مسترد نہ کر سکے تو پھر قرآن مجید ان کی ذہنی کیفیت کو بیان کرتا ہے کہ جب حق آ گیا اور وہ اسے مسترد کرنے کے قابل نہ رہے تو

فھم امر مریج

وہ بڑی متزلزل حالت میں ہیں، ایک الجھی ہوئی بات میں مبتلا ہیں یعنی ان کے خیالات میں کلیرٹی (clarity) نہیں رہی، کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ رد کریں تو کیسے کریں قبول کرنے کو طبیعت نہیں چاہتی، رد کرنے کے لیے کوئی دلیل اور سامان پاس نہیں تو ایک عجیب تزلزل ہے، خیالات کے اندر الجھ گئے ہیں۔ ان کا عقیدہ، ان کا فہم، خود تشکیک میں، ریب میں، ارتیاب میں، تزلزل میں مبتلا ہو گیا ہے، اب یہ ان کی ذہنی کیفیت ہے۔ بیان کر کے تو گویا ان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا ہو گیا ہے، اندھے ہیں، دلائل آنکھوں کے سامنے ہیں، براہین آنکھوں کے سامنے ہیں، معجزات آنکھوں کے سامنے ہیں، آیات آنکھوں کے سامنے ہیں، علاماتِ حقانیت آنکھوں کے سامنے ہیں، دل اوندھے ہو گئے ہیں، آنکھیں اندھی ہیں نہ قبول کرنے کو جی چاہتا ہے اور نہ اسے رد کرنے کے لیے کوئی صلاحیت اور دلیل پاس ہے۔ اس کے بعد اللہ رب العزت نے کچھ آسمان اور زمین کی علامتیں بیان کی ہیں۔ اب بات کو شروع کیا:

افلم ینظروا الی السمآ فوقھم کیف بنینھا و زیناھا و مالھا من فروج

اب یہاں میں محترم پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب کا جو ''تبصرہ'' ہے اب اس کے قریب جارہا ہوں تو ''تبصرہ'' تک پہنچانے سے پہلے اللہ رب العزت نے نظر کی بات کی ہے کیا انہیں نظر نہیں آتا؟ کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں آسمان کی طرف؟ کہ ہم نے اسے کیسے بنایا اور کس طرح اسے زیب وزینت دی، چراغوں سے کیسے روشن کیا، تہہ بہ تہہ، درجہ بہ درجہ عالم سموات تشکیل دیا، انہیں روشن ومنور کیا اور اس طرح پھر اس میں کوئی رخنہ نہ رہا، کہیں کوئی سوراخ نہ رہا، کوئی شگاف نہ رہا، یہ سارا کچھ کیا نہیں دیکھتے، یعنی اب اللہ رب العزت انہیں دعوت دے رہے ہیں نظر کی کیا انہیں نظر نہیں آتا دیکھتے نہیں؟ آسمانی کائنات کی نشانیوں کو بیان کر کے پھر زمین کی نشانیوں کی طرف آ گئے فرمایا:

والارض مددنھا والقینا فیھا رواسی

پھر کیا وہ زمین کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے زمین کو کس طرح پھیلا دیا ہے، بچھا دیا ہے اور اس کے اندر کس طرح ہم نے بھاری سنگین پہاڑوں کو لنگر زن کر دیا ہے، جما دیا ہے، جو زمین کے توازن کو برقرار رکھیں اور پھر

وانبتنا فیھا من کل زوج بھیج

اور پھر ہم نے اس میں، زمین میں طرح طرح کے جوڑے پودوں کے بنا دیے ہیں، جو نہایت بارونق ہیں، خوش نما ہیں، دل کش ہیں اور بہجت انگیز ہیں۔ کیا انہیں یہ سارے مناظر نظر نہیں آتے؟ تب ان کی نظر کے دروازے پر دستک دے کر، نظر کے دروازے کو کھٹکھٹا کر ان اندھوں کو یہاں یہ لفظ وارد فرمایا ہے آیت نمبر آٹھ میں

تبصرۃ و ذکری لکل عبد منیب

یہ سب کچھ ہم نے کیوں کیا؟ یہ آسمانی کائنات کی نشانیاں دکھا رہے ہیں۔ زمینی کائنات کے حسن اور زیب وزیبائش کی نشانیاں دکھا رہے ہیں، یہ سب کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے کیوں رکھا ہے اس لیے کہ ''تبصرۃ'' تاکہ ان اندھوں کی آنکھیں کھل جائیں ان اندھوں کو بصیرت مل جائے۔ یہ اس لیے کیا ہے تاکہ اندھوں کو بصیرت مل جائے ''وذکریٰ'' اور جو جن کے دل بھی بینائی سے محروم ہیں ان کو نصیحت مل جائے یعنی ظاہری آنکھیں بھی کھل جائیں اور دل کی آنکھیں بھی کھل جائیں، اس لیے کیا ہے تاکہ وہ قدرت کے نظارے دیکھ سکیں، اپنے اندر بصیرت پیدا کر سکیں اور اس نصیحت سے استفادہ کر سکیں لیکن ساتھ ہی اللہ رب العزت نے ایک شرط لگا دی یہ اندھوں کو بصیرت ملے گی اور ان کے دلوں کو نور اور وعظ ونصیحت کا فیض ملے گا مگر اس شکل میں ''لکل عبد منیب'' اگر ان کی سمت رجوع صحیح ہو گئی ''عبد منیب'' کو۔ جس کے رجوع کی سمت درست ہو جائے اور جو دائیں بائیں بہکا نہ پھرے، اغیار سے فکر لے کر، اغیار سے عقائد لے کر، اغیار کے نظریات لے کر اپنی صحیح سمت کو خلط ملط نہ کرتا پھرے۔ کبھی افراط میں کبھی تفریط میں، گمراہیوں کی اور ضلالتوں کی اندھیریوں میں بھٹکتا نہ پھرے اپنی اصل سمت جو مدتوں سے دے دی گئی تھی اسے گنوا کر غلط سمتوں میں چلتا بہکتا نہ پھرے، ''عبد منیب'' جس نے انابت پیدا کر دی، رجوع صحیح کر دیا، صحیح سمت چل پڑا، جس کا دماغ بھی، عقل بھی، فکر بھی، ذہن بھی، نفس بھی، نگاہ بھی، قلب بھی، روح بھی، سرّ بھی، جس کے سارے لطائف صحیح سمت، مولا کی طرف چل پڑے، انہی کی آنکھیں کھلیں گی اور ان کو ''تبصرہ'' کا نور نصیب ہو گا اور ان کے دل بیدار ہوں گے، انہیں ''ذکریٰ'' کا نور نصیب ہو گا۔

میں اللہ کے حضور، اللہ رب العزت کے حضور دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب کی اس تفسیر کو جس کا نام ''تبصرہ'' رکھا ہے اس کو حقیقی تبصرہ سے مالا مال فرمائے اور اندھوں کو اس سے نور ملے اور کوتاہ دلوں کو اس سے روشنی اور نصیحت اور فیض ملے اور اپنی سمت درست کر سکیں۔ چوں کہ اگر اس تبصرہ سے صحیح فائدہ اٹھائیں اور ارادے اور سمتیں اور رجوع اور نیتیں درست ہو جائیں تو اس کے ساتھ پھر اللہ رب العزت نے آگے بڑے خوب الفاظ بیان فرما دیے فرمایا ''**ونزلنا من السماء ماء مبارکا**'' آسمان سے اترتا ہوا پانی تو ہر کوئی دیکھتا ہے مگر اس پانی کی برکت کسی کو نظر آتی ہے کسی کو نہیں آتی فرمایا پھر جب اس تبصرہ سے نور نصیب ہو جائے گا تو بادلوں سے گرتے ہوئے پانی کے اندر اللہ کی نازل کردہ برکت نظر آئے گی کہ وہ برکت کس طرح زمین پر باغ اگاتی ہے کس طرح درخت اگاتی ہے، کس طرح سبزہ دیتی ہے، کس طرح اس سے اناج اگتا ہے، کس طرح ہرے بھرے کھیت اگتے ہیں، ان کو تبصرہ کے ذریعے جو نور قلب نصیب ہو گا وہ انہیں اس قابل کر دے گا اللہ کی بارگاہ سے اتری ہوئی بارش کے اندر برکت نظر آئے گی، ایک ایک پانی کے قطرے میں برکت نظر آئے گی اور پھر یہ آگے چل کر آیت نمبر گیارہ میں جس پر میں بات ختم کر رہا ہوں اس کے نتیجے کا ذکر کیا ''**رزقا للعباد**'' اور جب وہ اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی بارش میں برکت کو دیکھتے ہیں۔

بقیہ صفحہ 22 پر

همت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی
اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شانِ بے نیازی

سید ریاض حسین شاہ

ایک بار پوچھا

آپ کا اصل علاقہ کون سا ہے؟۔۔۔۔

قبلہ لالہ جی صاحب ارشاد فرمانے لگے:

''ان باتوں میں کیا فائدہ؟ یہ رسولوں اور نبیوں کی شان ہوتی ہے کہ ان کی ہر چیز محفوظ ہوتی ہے اور ان سے متعلق ہر چیز بلکہ ہر تصور کا محفوظ کرنا ضروری بھی ہوتا ہے۔ باقی رہے ہم تو اس قابل نہیں کہ کوئی شخص اپنا قیمتی وقت ہمارے لیے صرف کرے، پھر خود ہی فرمایا کہ ایک مرتبہ ماسٹر حبیب الرحمٰن نے ایک کتاب لکھی اور اس میں میرا ذکر بھی کر دیا۔ مجھے پتہ چلا تو میں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور اسے بتایا کہ اس میں دو نقصان ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ میرا نفس خراب ہو سکتا ہے اور دوسرا یہ کہ وقت کا بے جا استعمال۔ بروز قیامت زندگی کی ان گھڑیوں پر سخت ندامت ہوگی جن میں اللہ جل مجدہ کا ذکر نہ کیا گیا ہوگا سو بہتر یہی ہے کہ کثرت کے ساتھ اللہ اللہ کی جائے''۔

یہ فرمایا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ دھیرے دھیرے آگے بڑھے اور کوٹنالی گاؤں کی مسجد میں بیٹھنے کا ارادہ ہوا۔ عرض کی گئی لالہ جی حضور! ''کوہ جب'' کی طرف چلتے ہیں۔ خوشگوار دھوپ میں کسی پہاڑی ڈھلوان کی اوٹ میں ذکر کرنے کا مزا ہی کچھ اور ہوگا۔ آپ نے بات کاٹ دی اور فرمایا حضور صرف، حضور ﷺ ہیں، میں محمد جمشید ہوں محض جمشید اس کے سوا کچھ نہیں۔ گاؤں کی تنگ اور تاریک گلیوں سے گزرتے ہوئے پیچھے مڑے اور سید عبدالمنان شاہ صاحب سے فرمایا۔۔۔۔''دیہات میں مکان اگرچہ بے ڈھب بنے ہوتے ہیں اور دیواریں بھی بھدی اور بوجھل ہوتی ہیں لیکن یہ لوگ اپنی سادہ روایات اور ذہنی سلاست کی بنا پر اللہ جل مجدہ سے بہت قریب ہوتے ہیں۔ یہاں سوچیں پاکیزہ رہ سکتی ہیں اور مناسب روحانی تربیت کے مواقع تلاش کیے جا سکتے ہیں''۔

حضرت لالہ جی علیہ رحمتہ کی رفاقت میں ایک مختصر سا قافلہ اب پہاڑی درے سے گزر کر ایک خوبصورت وادی میں پہنچ چکا تھا۔ پانی کی آبشاریں، کوئل کی کوک، بلبل کا نغمہ، چشموں کی مستی، درختوں کی شادابی، پربتوں کی رفعت، حسن کے دریا میں لہریں اٹھا رہی تھیں۔ آپ ''ضمیریاں'' نامی ایک جگہ پر لب جو تشریف فرما ہوئے۔ چشم خدامست کو مخصوص انداز میں حرکت دی۔ کسی کا تصور لوح دل پر جمایا۔ لگ رہا تھا جیسے آپ کا بند بند محبت بھرے جذبوں سے بھیگ چکا ہے۔ آنکھیں کھولیں اور ہاتھ پانی میں ڈالا اور چلّو بھر کر پھر پانی، پانی میں پھینک دیا اور فرمانے لگے:

''یہ مٹی اچھی ہے خدا پرستی کے بیج یہاں بوئے جا سکتے ہیں یہاں کے پانیوں سے وفا کی مہک اٹھ رہی ہے۔ اللہ کرے یہاں سے کوئی بندہ پیدا ہو اور اللہ جل مجدہ کے دین کا کام کرے''۔

دن ڈھلا اور پہاڑی دروں سے بکریوں کے ریوڑ واپس گھروں کی طرف جانے لگے۔ لالہ جی صاحب کی طرف دیکھا تو محسوس ہوا جیسے آپ کا وجود ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہو چکا ہے۔ استفسار کیا تو فرمانے لگے جیسے یہ ڈنگر ڈھور سر شام گھروں کی طرف جا رہے ہیں۔ اسی طرح ہمیں بھی ایک دن دنیا سے کوچ کرنا ہے۔ آپ نے دنیا چھوڑنے کا ذکر اس رنگ میں کیا کہ فضا سنسان ہوگئی:

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی خم خانہ را کردند و رفتند

ہولے ہولے اللہ جل مجدہ کی محبت کی آگ تاپنے والے واپس قصبہ کی طرف لوٹے۔ آگے آگے سید برہان شاہ صاحب تھے اور پیچھے ایک درویش ملیشیے کے کپڑوں میں ملبوس کمبلی اوڑھے چل رہا تھا۔ وقفے وقفے سے وہ مرد قلندر رکتا اور شرکائے گفتگو کی روحوں میں خدا پرستی کا نور بکھیرتا۔ ایک پہاڑی ٹکڑ پر پاؤں رکھا تو ڈوبتے سورج کی بہتی کرنوں نے سلامی دی۔

''ہائے''

اس مرد حق کے ان الفاظ میں کتنی تاثیر تھی ''استغفر اللہ'' توبہ میری ربِّ اقبال کا مرد فقیر جامۂ جمشید میں ملبوس نظر آیا:

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی
اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شان بے نیازی
یہ فقر غیور جس نے پایا
بے تیغ و سناں ہے مرد غازی
مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری

تفسیر قرآن ''تبصرہ'' کے لیے حرف محبت

سر بہ سر فضل خدا ہے ، ''تبصرہ'' شاہ والا کی عطا ہے، ''تبصرہ''
رحمت عالم سے نسبت ہے جسے اس کرم کی انتہا ہے، ''تبصرہ''
یہ بہ فیض سیدہ زہراء بتول ہر غم دل کی دوا ہے، ''تبصرہ''
جلوہ گر ہیں پشت پر مولا علی علم کا حیرت سرا ہے، ''تبصرہ''
یہ کلام پاک کی تفسیر ہے خوشبوئے غوث الوری ہے، ''تبصرہ''
یہ وہاں بھی بیٹھ کر لکھی گئی روشنی کا سلسلہ ہے، ''تبصرہ''
دم بدم اس حبس کے ماحول میں اک خنک باد صبا ہے، ''تبصرہ''
معتبر کتنی ہوئیں تنہائیاں جلوۂ مہر حرا ہے، ''تبصرہ''
کام آئیں کتنی شب بیداریاں رتجگوں کا بھی صلہ ہے، ''تبصرہ''
رونمائی ہے یہ ہفتم جلد کی اپنے حصے کا دیا ہے، ''تبصرہ''
جَلد ہو تکمیل کیجے سب دعا صبح کی ٹھنڈی ہوا ہے، ''تبصرہ''
رحمت مولا ہو سرور ہر گھڑی سلسلہ جب خیر کا ہے، ''تبصرہ''

حرف نیاز
سرور حسین نقشبندی

پھر "تبصرہ"، تخلیق ہوتا ہے

پروفیسر عرفان جمیل

ایک عظیم شاعر، ایک عظیم ادیب، ایک تاریخ رکھنے والے نعت گو شاعر جنہیں پی ٹی وی دیکھنے اور سننے والے بخوبی جانتے ہیں۔ درس وتدریس کا ایک نہایت معروف نام ہے۔ آج کل گورنمنٹ ڈگری کالج رحمت آباد راولپنڈی کے پرنسپل ہیں۔ قبلہ شاہ صاحب سے دلی محبتوں کا انمٹ رشتہ رکھتے ہیں۔ پروفیسر صاحب کو ایک اعزاز اور بھی حاصل ہے کہ کچھ عرصہ قبل قبلہ شاہ جی کے ترجمۂ قرآن مجید "تذکرہ" سرائیکی میں کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جس پر قبلہ شاہ جی سے ڈھیروں دعائیں بھی لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ کام مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تبصرہ پر ان کے مقالہ کا عنوان "تبصرہ ایک تاثراتی اور تاثیراتی تخلیق" ہے۔ عرفان جمیل صاحب کا ادیبانہ رنگ فصاحت کے پیکر میں ڈھلا ہوا محسوس کیا جاسکتا ہے۔ (ادارہ)

حضرات! آپ دینی علوم کے ماہر ہیں۔ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ تفسیر کا مادہ کیا ہے، لغوی معنیٰ کیا ہے، اصطلاحی مفہوم، فنِ تفسیر کا آغاز، ارتقا، اصولِ تفسیر، تفسیر کی نزاکتیں، لطافتیں، استادانِ فن، خدمات، خصوصیات اور محاسن ومحامد پر بھی میری نسبت زیادہ علم اور غائر نظر رکھتے ہیں۔ میری حاضری کا مقصد بطور قاری اور طالب علم اس تاثر کا اظہار ہے جو قبلہ شاہ صاحب کے نہایت ہی وقیع علمی شاہکار کے مطالعے سے ایک شائق، ایک متجسس، ایک جوئندہ پر مرتسم ہوتا ہے۔

قرآن ایک کلام ہے، حروف، الفاظ، کلمات، تراکیب، اصطلاحات، بصری اور باطنی حسن وآہنگ کا بے مثل، بے ہمتا، بے نظیر مرقع۔ جیسی فضیلت خالق کی مخلوق پر ہے ویسی ہی برتری اس کلام کی باقی تمام کلاموں پر ہے۔ اس کے جلال کے سائے میں پناہ لیتے تمام کلام اسی سے جمال، کمال اور حکمت پاتے ہیں۔ یہ کلام شعر وسخن، ادب، بیان اور تقریر کے تمام بلند پایہ نمونوں سے بھی بلند، رفیع، منزہ اور ممتاز ہے۔ اس کی جمال آرائی، اس کا اُسلوب، اس کی دل کشی، اس کا اعجاز متقاضی ہے کہ اس سے استفادہ وفیض کا بھی ایک خاص قرینہ ہونا چاہیے۔ اس ادب گاہ میں تمام سلیقے سرنگوں ہوں، اس کی عظمت یکسوئی کا مطالبہ کرتی ہے۔ اس کی نفاستوں کے جگمگ کرتے جہان میں وہی جھانکے جس کو اس کی تمکنت کا یارا ہو۔ اس کی تجلیات کی دنیا میں وہی داخل ہو جو پہلے حضوری سے وضو کرے، اخلاص کی نیت باندھے جو خشوع کو مرتکز کر کے ما فیہا سے منقطع ہو۔

حضرات! میں نے دیکھا ہے۔ میری یہ آنکھیں گواہ اور مدعی ہیں ایک خالق آشنا، ذخار کتب خانے کے بیچوں بیچ ہزاروں کتابوں کے درمیان۔ سامنے، ارد گرد، آس پاس کتابوں کا انبار سجائے۔ ارتکاز واعتکاف کی تصویر بنا بارانِ نور ومعرفت میں خوب خوب بھیگ رہا ہے۔ ہر لمحہ، ہر ساعت روح نکھرتی ہے، دل مصفّٰی ہوتا ہے، ذہن مطہر ہوتا ہے۔ روحانی بالیدگی آمادۂ بصارت وبصیرت ہوتی ہے۔۔۔

پھر۔۔۔ پھر "تبصرہ"، تخلیق ہوتا ہے۔

حضرات! قبلہ شاہ صاحب نے اپنی نگارش کے لیے لفظ تفسیر استعمال کرنے کی بجائے "تبصرہ" اختیار کیا ہے۔ ہاں تبصرہ وہی کرسکتا ہے جس نے بصارت سے بصیرت کا دل افروز مرحلہ طے کرلیا ہو۔ سو یہ تبصرہ ہے۔ بصارت سے بصیرت تک کا دل افروز مرحلہ۔

حضرات! ایک محدود اور متعین جہانِ کاوش میں رہتے ہوئے مانوس حصاروں کو توڑنا، نئی راہیں کشید کرنا، نئے منطقے دریافت کرنا، نئے اُفق ابھارنا اور ان پر اصطلاح و انطباق کے نئے سورج ٹانکنا توفیق ہے اور یہ توفیق مفسرِ قرآن، مفکرِ اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب قبلہ کو جس فیاضی اور فراوانی سے عطا ہوئی ہے قابلِ رشک ہے اور قابلِ رشک ہستیوں پر میں رشک کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔ اس ذمہ داری سے پہلوتہی کرنے والے بے توفیق، ناتواں اور محروم ہوتے ہیں اور میں اُن میں سے کسی قیمت پر نہیں ہونا چاہتا۔ اسی لیے میرے یہ معروضات فقط رشک کا اظہار ہیں۔ چند برس پہلے مجھے میرے ممدوح قبلہ شاہ صاحب کی طرف سے متفرق سورتوں کی تفاسیر کا تحفہ عطا ہوا تو میں نے بے تابی میں تمام کی تمام چند مہینوں ہی میں پڑھ لیں۔ سچ کہتا ہوں میں علم وادب کا مختلف قسم کا قاری ہوں۔ میرے استحسان کا معیار بھی مختلف ہے۔ جب تک اسلوب "پھڑکا" نہ دے روح سے "واہ" کی آواز بلند نہیں ہوتی۔ ادبی تحریروں میں اسالیب کی ندرت اور جدت غیر متوقع نہیں لیکن علومِ دینی کے متعین دائرے میں ندرت، جدت اور مرصع اسلوب سے ادبیت کی شان پیدا کرلینا محض کرامت ہے کرامت اور شاہ صاحب آپ صاحب کرامت ہیں۔۔۔

حضرات! میں کرامت والوں کا قائل ہوں اور شاہ صاحب کے اسلوب نے مجھے ارادت والوں میں بھی شامل کرلیا ہے۔ اس تحریر اور اسلوب نے مجھے پہلے ہی تعارف میں اپنا مرید بنا لیا تھا۔ عبدالماجد دریا آبادی کے بعد اس فن میں جس شخصیت نے مسحور، مبہوت اور مضبوط کیا ہے وہ قبلہ شاہ جی کی ذاتِ والا صفات ہے۔

شاہ صاحب نے جس طرح تمکنت اور مسکراہٹ کے امتزاج سے ایک دل کش اور دل آویز جلوہ تشکیل دیا ہے اسی طرح تحریر میں بھی جلال وجمال کی آمیزش سے جہانِ حسن تراش لیا ہے۔

شاہ صاحب کا ایک معروف کلمۂ تخاطب ہے "میرے سوہنیا"!

یہ جہانِ حسن اسی کا آئینہ ہے یہ جھلملاتا اُسلوب چودہ کے چودہ طبق منور کر دیتا ہے۔ قاری کی استطاعتِ فہم اور استحسان ادراک کو پَر لگ جاتے ہیں۔ سیرِ افلاک کا یہ لطیف احساس زہے قسمت، زہے نصیب!

میرے سامنے سورۂ یوسف کی تفسیر کا ابتدائیہ ہے جسے اپنے دعوے کی صداقت کے طور پر پیش کرتا ہوں:

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں

سورۂ یوسف کا جمالیاتی مطالعہ نہایت دلچسپ ہے۔ یہاں ادیبوں کی ذہن ساز کہانیوں کی طرح صرف ایک چہرہ دکھائی نہیں دیتا جسے ''ہیرو'' بنا کر پیش کیا جائے۔ یہ ''احسن القصص'' ہے، اس کے واقعاتی ادب میں کئی روشن چہرے ہیں۔ تاثر کا سیل رواں متعدد رنگ رکھتا ہے۔ انوار کے اس فردوس بداماں نگر میں ڈگر ڈگر پر رنگوں کی بارش برس رہی ہے۔ لالے کی سرخی اور گلاب کی مہک حروف سے اس طرح پھوٹتی ہے جیسے ''حسن کی پھلواری'' حریم روح میں رنگ و نور سے نشاط پھیلا رہی ہو۔ ایک طرف یعقوب علیہ السلام ہیں، انہیں دیکھتے جائیے، درد و عشق، تدبر و حلم، زہد و عبادت اور وعظ و تلقین کا عجب پیکر نور ہیں۔ دوسری طرف یوسف علیہ السلام ہیں، زہد و ہجر، علم و حلم، حسن واثر، نگاہ و نظر، عفت و عصمت، عجز و نیاز اور نظم و ضبط کا حیرت فگن مجسمۂ رحمت، انہیں بھی دیکھیے، ان پر گزرنے والی داستان کی ایک ایک کڑی ملاحظہ ہو، ان کی حیات مسعود کے ہر گوشے اور ہر زاویے سے خدا پرستی کی کرنیں پھوٹتی نظر آتی ہیں۔ قرآن کریم ہولے ہولے اپنے قاری کی نگاہ کبھی پیچھے لے چلتا ہے۔ جہاں حسن مآب شخصیتوں ابراہیم اور اسحاق علیہم السلام کے روشن چہروں کا چراغاں دکھائی دینے لگ جاتا ہے اور کبھی قرآن کھٹ سے اپنے پڑھنے والے کو آگے بہت آگے لے جاتا ہے جہاں اسے وہ ''سراج منیر'' مل جاتا ہے جن کے بارے میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے:

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری''

حضرات! یہ قرآن حکیم کی جمال آراء اور حکمت افروز تفسیر ہے۔ ایک جمال پسند مفسر، ایک حکمت بردار پیر، ایک بصیرت بکف صوفی، ایک بصارت افروز استاذ کی کاوش۔ اس کاوش کے نگارخانے میں میرے ساتھ اتریے۔ یہاں ذخیرۂ الفاظ محض ذخیرہ نہیں خزانہ ہے جو شاہ صاحب قبلہ کے وسعتِ مطالعہ، زبان پر دسترس، زبانوں کی نزاکتوں پر عبور اور ادبیت کی نفاستوں پر مکمل گرفت ہی ظاہر نہیں کرتا۔ لفظ گری، تراکیب سازی، ذہنی اُپج، تخلیقی شان، الفاظ کی دروبست، بندوکشاد، جمال آرائی، حکمت نصیبی اور مقصود نگاہی کا دال ہے۔ ایک طرف تحقیق، عُمق، فکر اور احتیاط ہے تو دوسری طرف تاریخ، زمانۂ موجود، مستقبل، مقام، نظام اور عالمی مدوجزر پر بھی ایک نباض کی طرح مکمل اندروں شناسی ہے۔

شاہ صاحب نے بیک وقت الہٰ پرستی، رسول شناسی، دین مآبی، ادب نوازی، جمال پروری اور جلال دوستی کا ایک قصر تعمیر کیا ہے جس میں داخل ہو کر قاری مرعوب بھی ہوتا ہے۔ مامون بھی محسوس کرتا ہے۔ یہ سب وہی کر سکتا ہے جس نے بصارت سے بصیرت کا دل افروز مرحلہ طے کر لیا ہو۔ جس کا مبارک کلمۂ تخاطب ہو''میرے سوہنیا''!

سوہنا ربّ آپ کے سوہنے تخاطب کو، تقریر کو، تحریر کو اور جمال آراء کرے۔
شاہ صاحب! تمام تفاسیر کی تکمیل اور اشاعت پر ہم سب کی طرف سے مبارک۔

❁ ❁ ❁

بقیہ: ''خطاب ڈاکٹر طاہر القادری''

تو وہ اللہ کے بندوں کے لیے رزق ہوتا ہے، اس سے اللہ کے بندوں کو رزق ملتا ہے مگر رزق انہی کو ملے گا جو صاحب ''تبصرہ'' ہوں گے، صاحب ''ذکریٰ'' ہوں گے اور ان کی آنکھوں پر اور ان کے دلوں کی نگاہوں پر اللہ کی برکت عیاں ہو جائے گی، حجابات اٹھ جائیں گے، ان کو رزق نصیب ہوگا، جس طرح رزق جسمانی نصیب ہوتا ہے اسی طرح رزق قلبی اور روحانی بھی نصیب ہوتا ہے اور اللہ رب العزت نے فرمایا آیت نمبر گیارہ میں ''واحیینا بہ بلدۃ میتا'' ہم اسی بارش سے پھر وہ دیکھتے ہیں کہ ''ہم مردہ شہروں کو زندہ کر دیتے ہیں'' تن مردہ کو حیات بخش دیتے ہیں اجڑے گاؤں پھر سے آباد کر دیتے ہیں، تباہ شدہ بستیوں کو پھر سے آباد کر دیتے ہیں، خشک صحراؤں کو سیراب کر دیتے ہیں تو جس طرح ''بلدۃ میتا'' کو حیات ملتی ہے اس طرح تبصرہ کا اگر آدمی تمسک کرلے دامن تھام لے اور تبصرہ کے ذریعے نور قلب حاصل کر لے تو پھر مردہ دلوں کو بھی زندگی نصیب ہوگی اور دلوں کی اجڑی بستی بھی پھر سے آباد ہو جائے گی۔

اللہ رب العزت کے حضور بارِ دگر میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس تبصرہ کے ذریعے لوگوں کو نور بصیرت بھی عطا کرے، انہیں برکتیں بھی نظر آئیں، برکتوں سے فیض یاب بھی ہوں، انہیں روحانی رزق بھی نصیب ہو اور مردہ دلوں کو دوبارہ حیات بھی نصیب ہو۔ اللہ رب العزت پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب کی توفیقات میں بیش از بیش اضافہ فرمائے ان کے قلم میں برکت دے، اپنی زندگی میں اس تفسیر کو مکمل کریں تاکہ لوگ اس سے فیض یاب ہو سکیں۔ بار دگر مبارک باد دیتا ہوں شاہ صاحب میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

❁ ❁ ❁

قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی تفسیر
''تبصرہ''
کی جلد ہفتم کی اشاعت پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد

منجانب
سید حیدر علی شاہ
صفدر علی شاہ اینڈ سنز
ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

"تبصرہ" ایک نہضت اور تحریک

پروفیسر ڈاکٹر محمد اظہر نعیم

محترم ڈاکٹر صاحب ایرڈ یونیورسٹی میں 40 سال Department of Soil Sciences میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آج کل پریسٹن یونیورسٹی اسلام آباد میں رجسٹرار کی خدمات پر مامور ہیں۔ ادارہ تعلیمات اسلامیہ کے بانی اراکین میں سے ہیں۔ قبلہ شاہ صاحب کے دیرینہ ساتھی ہیں اور جب قبلہ شاہ صاحب دعوتِ دین کی تحریک میں مسجد مسجد، گلی گلی اور محلہ محلہ درس قرآن مجید کو عام کر رہے تھے تو اس وقت بھی ایک کارکن کی حیثیت سے شاہ صاحب کا ساتھ دے رہے تھے۔ (ادارہ)

علوم وفنون کی ایک جامع شخصیت اور علم وحکمت کے شہوار مفسر قرآن حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ جی کی قرآن مجید کی تفسیر "تبصرہ" اردو میں نہایت فکر انگیز اور بصیرت افروز تفسیر ہے۔ مجھ جیسے بے بضاعت اور کم علم کے لیے اس پر کچھ کہنا بہت مشکل ہے۔ تاہم برائے تعمیل حکم چند سطور پیش خدمت ہیں۔ مجھے قبلہ شاہ جی کی تحریک کے اولیں کارکنان میں سے ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ:

قبلہ شاہ جی نے محسوس کیا تھا کہ امت کی ذلت و رسوائی کی وجہ قرآن مجید سے رشتہ کمزور کر لینا ہے۔ لہٰذا آپ نے شروع ہی سے قرآن مجید کی دعوت، اس کی نشر واشاعت اور تعلیم وتدریس پر توجہ مبذول کی اور عوامی دروس قرآن کے حلقے جگہ جگہ قائم کر کے لوگوں کو ایک بار پھر قرآن سے جوڑنے کی تحریک شروع کی اور تفسیر قرآن ''تبصرہ'' بھی رجوع الی القرآن کی تحریک کا ہی حصہ ہے۔ آپ نے اس میں قرآن مجید کو ایک دعوت کی تحریک اور اس کو اپنی زندگیوں میں عملاً نافذ کرنے کے لیے پیش کیا ہے، کیونکہ آپ سمجھتے ہیں کہ قرآن کی روح سے پوری طرح آشنا ہونے کے لیے اس کو عملاً اپنی زندگی میں شامل کرنا ضروری ہے۔

قبلہ شاہ جی نے آیات قرآنی کی تشریح قرآنی آیات، احادیث نبویہ ﷺ، آثار اصحاب اکبار واہل بیت اطہار، تابعین کرام کے ساتھ ساتھ قدیم وجدید علماء اور محققین سے بھی استفادہ کیا ہے۔ آپ ایک ویژنری اور تحریکی شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی تفسیر ایک تحریک ایک تربیت ہے۔ لہٰذا ان کی اس تفسیر میں آپ کو قرب الٰہی کا واضح راستہ، عشق رسول ﷺ کی بے پایاں دولت، اصحاب اکبار کے روشن کردار کے جلوے اور اہل بیت اطہار کی محبت کی چاشنی اور آشنائی میسر آئے گی۔ ایک روحانی ماہر نباض کی حیثیت میں وہ آپ کو تصوف کا اصلی رنگ اور امت مسلمہ کے امراض کی تشخیص اور ان سے بچاؤ کا لائحہ عمل بھی تجویز کرتے نظر آئیں گے۔

ویسے تو ساری تفسیر کا عمود تربیت انسان ہے لیکن عموماً آیات کی تشریح کے بعد آپ نے ان آیات کا جو عمود پیش کیا ہے۔ وہ تعلیم وتربیت کا بیش بہا خزانہ ہے۔ اس تفسیر کی ایک ایک آیت کو پڑھنے والا اپنے اندر ایک ولولہ پیدا ہوتا محسوس کرتا ہے اور کچھ کرنے کا جذبہ اور تمنا اس کے دل میں اجاگر ہوتی ہے۔ یہی اس کا تحریکی اور تربیتی پہلو اہم ہے۔

اس ضمن میں سورۂ بقرہ کی تفسیر کے آغاز میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''قرآنی ہدایت فطرت انسانی کی آواز حق پر لبیک کہنے کا دوسرا نام ہے، یہ نہ دنیا کو فراموش کر دینے کا سبق دیتی ہے اور نہ اس پر ڈھیر ہو جانے کا عندیہ رکھتی ہے۔ قرآنی ہدایت نہ بخیلی اور کنجوسی کی تلقین ہے اور نہ اسراف اور فضول خرچی کی ترغیب ہے۔ قرآنی ہدایت اعتدال اور میانہ روی کا نظام عطا کرتی ہے۔ یہ فضیلت مآب تعلیم اور ہدایت انسان کی باطنی قوتوں کو صیقل کر کے نئے ڈھب کا نمونے کا انسان تیار کرتی ہے۔ قرآنی ہدایت کا مطلوب انسان خیر وفلاح اور رشد وصلاح کا داعی بن کر میدان میں اترتا ہے اور ایک ایک انسانی وجود میں تعمیر حیات کے نئے نئے قالب تراشتا ہے۔

قرآن کی تربیت سے بہرہ ور ہونے والے شخص کے لیے فکری، عملی اور روحانی نصاب کچھ اس طرح ہوگا:

(۱) کتاب کو لاریب ماننا

(2) اور ایمان بالغیب سے چھوٹے سے انسانی وجود کا ساری کائنات کے مالک سے معنوی ارتباط''۔

''تبصرہ'' کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تشریح کے دوران الفاظ اور جملے اور اسلوب بیان ایسا ہے کہ محسوس ہوتا ہے نگینے جڑ دیے گئے ہیں۔ جن میں ذرہ برابر ردو بدل کرنا محال ہے۔ تشریح اگرچہ مختصر ہے۔ مگر جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے اسے تشنہ نہیں رہنے دیا۔

آپ نے صحیح عقائد کا برملا اظہار ہی نہیں کیا بلکہ تربیتی نقطۂ نظر سے اسے دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے اور عقیدہ کی اصلاح کو بطور تحریک پوری ذمہ داری سے قاری تک پہنچایا ہے۔

بقیہ صفحہ 33 پر

یہ تبصرہ تفسیر ہے

شاہکارِ سیدی یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے
ذوالفقارِ حیدری یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے
سیدوں کی انجمن ہے اس لیے اب شادماں
اک بہارِ فاطمی یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے
اس میں توحید و رسالت کے حسیں اسرار ہیں
اور ہے شامل خودی یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے
اس کے اک اک لفظ میں موجود ہے حب علی
یعنی ذوق قنبری یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے
تنگ و تاریک اس زمانے میں اے میرے صاحبو!
روشنی ہی روشنی یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے
سیدی سلیمان و لالہ جی کی فرحت ہے فزوں
ان کے پیارے نے لکھی یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے
سہروردی ، نقشبندی کی حسین عکاس ہے
رنگِ چشتی قادری یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے
ہو مبارک شاہ فیصل اور شاہ نعمان کو
ان کے گھر سے ہی چلی یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے
اس کو چشمِ مولویت سے نہ دیکھو واعظو
یہ ہے تحریر ولی یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے
احمد و دلدار آئے ہیں مبارک باد کو
ساتھ ہیں جابر علی یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے
پڑھ کے اس کی پہلی چھ جلدیں مجھے آیا یقیں
آبشارِ سرمدی یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے
کوئی طالب علم کا ہو یا تصوف کا حزیں
سب کی خاطر آگہی یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے

غلام طاہر حزیں

"تبصرہ" ایک ادبی اور تاریخی شاہکار ہے

علامہ مفتی محمد لیاقت علی نقشبندی

محقق عصر اور عظیم ریسرچ سکالر مفتی صاحب کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ المستدرک امام حاکم علیہ الرحمہ کی شرح کا عظیم تحقیقی کام قلمبند فرمارہے ہیں۔ حال ہی میں ان کی ایک تصنیف جو اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے یعنی حضرت سیدۂ کائنات، مخدومۂ کائنات بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے فضائل پر امام حاکم نے جو احادیث مرتب فرمائیں، ان احادیث کی شرح حضرت مفتی صاحب نے مکمل فرمائی اور یہ کتاب شائع ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔ ادارہ تعلیمات اسلامیہ کے دارالافتاء پر مسند آراء ہیں۔ (ادارہ)

آپ بھی جانتے ہیں کہ تبصرہ" پر تبصرہ کرنا چاند کو چاندنی لوٹانے اور گلاب پر عطر چھڑکنے کے مترادف ہے لیکن اس کے باوجود کچھ کہنے کی تڑپ اور کچھ لکھنے کی کسک دل میں ہمیشہ مچلتی رہتی ہے۔ اس کی پہلی وجہ یہ کہ یہ کتاب ہدایت قرآن حکیم پہ تبصرہ ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ یہ ہمارے شاہ جی کا تبصرہ ہے اور آج خصوصاً اس لیے بھی کہ یہ شاہ جی کی منشاء سے بڑھ کر آپ کا حکم ہے۔ گزارش کروں گا کہ یہ بے ربط سطور پوری توجہ سے سماعت کیجیے شاید آپ کا ربط بھی تبصرہ سے قائم ہو جاوٗ۔ اس عاجز کے مقالے کا عنوان ہے "تبصرہ ایک ادبی و تاریخی شاہکار"۔۔۔

تبصرہ کو اس عنوان کے آئینے میں دیکھنے اور اس موضوع کے میزان پر پرکھنے سے قبل یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ بذات خود ادب کیا ہے؟ اس کی تعریف کیا ہے؟ اور ادب کہتے کس کو ہیں؟ علامہ ابن منظور افریقی فرماتے ہیں۔ "ادب" کا اساسی معنیٰ دعوت کا ہے۔ کھانے کے لیے لوگوں کو آواز دینے والے کو آدِب کہا جاتا ہے۔ "مادبۃ" اس دسترخوان کو کہتے ہیں جس پر انواع واقسام کے کھانے چنے گئے ہوں۔ ادب کو ادب بھی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے لوگ عمدہ اوصاف کی طرف گامزن اور بری خصلتوں سے رک جاتے ہیں۔ لغوی تشریح کے بعد ہمیں ادب کی تعریف کی جانب بڑھنا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

Literature a body of written work name has traditionaly been applied to those imaginative works of poetry and prose distinguished by the intentions of their aurthors and the perceived aesthetic excellence of execution

ادب روایتی طور پر ان شعراء اور نثر نگاروں کی تخلیقات کو کہا جاتا ہے جنہیں ان کے مصنفین اپنی تخلیقی صلاحیتوں کی بدولت اعلیٰ مقام دلوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور جس میں جمالیاتی عروج بدرجۂ اتم محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ولیم شکسپیر کہتا ہے:

Literature is a comprehensive essnece of the intellectual life of a nation

ادب کسی بھی قوم کی عبقری اور دانشورانہ زندگی کا عکاس ہوتا ہے۔

Ezra Pound کے بقول:

Great literature is simple language changed with meaning to the utmost possible degree

اچھے اور بہترین ادب میں زبان فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے اپنے نقطۂ عروج پر ہوتی ہے۔ منشی پریم چند کے ہاں ادب کی بہترین تعریف تنقید حیات ہے اور ادب کو ہماری زندگی پر تبصرہ کرنا چاہیے۔ اسی لیے ان کے ہاں بھی ادب کا اعلیٰ ترین فرض انسان کو بہتر بنانا ہی ہے۔

فراق گورکھپوری کے نزدیک لمحاتِ غم میں سے طربیہ پہلو اخذ کرنا اور نشاط کی گھڑیوں میں المیہ پہلوعیاں کرنا ادب کہلاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے لیے فکری حساسیت کے ساتھ ساتھ الفاظ پر مکمل گرفت کا ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔ ایک اور ادیب کے خیال میں ادب ہمارے خارجی مسائل کا حل ہو نہ ہو لیکن وہ داخلی مسائل کا حل ضرور ہوتا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ "ادب اس طبیب کا نام ہے جس کے ہاں سے دوائے دل میسر آتی ہے"۔

ڈاکٹر سلامت اللہ لکھتے ہیں:

"ادب صرف زندگی کی جھلکیوں کو ہی نہیں دکھاتا بلکہ وہ اس کی نوک پلک بھی سنوارتا ہے۔ ادب زندگی کے حسن کو نکھارنے کا ایک کارآمد آلہ ہے۔ وہ خضرِ راہ بن کر زندگی کی شاہراہ میں حائل ہونے والی غاروں اور دلدلوں سے بھی آگاہ کرتا ہے اور ان سے بچ کے گزر جانے کا شعور بھی بخشتا ہے اور وہ کلام و بیان کی لہلہاتی وادیوں اور سخن زاروں سے بھی روشناس کراتا ہے۔ کسی ادب کی پختگی کو پرکھنے کی یہی ایک کسوٹی ہے کہ وہ کتنی سچائی اور شدت کے ساتھ اپنے اس اہم فریضے کو پورا کرتا ہے"۔

کسی صاحب بصیرت کے بڑے خوبصورت الفاظ نظر سے گزرے:

''ادب خوبصورت جذبوں کو حنوط کرنے کا نام ہے''۔

حسن عسکری کے مطابق ادب بنفسہٖ زندگی کی جستجو کا نام ہے۔

آل احمد سرور کے خیال میں ادب انقلاب لانے کا سبب نہ بنے تو بھی یہ انقلاب کے لیے ذہن بیدار ضرور کر دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کسی بھی قوم کی جمالیاتی فکر اور جذباتی بانکپن کا اندازہ اس کے تحریری ادب سے لگایا جا سکتا ہے۔

ادب کی ذکر کردہ تعریفات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر آج کی تحریروں اور تصنیفات کو سامنے دیکھا جائے تو جہاں اعلیٰ تحقیقی اقدار دم توڑتی دکھائی دیتی ہیں وہیں پاکیزہ ادب بھی اپنی آخری سانسیں لیتا محسوس ہوتا ہے۔ ان حالات میں ''تبصرہ'' جیسی تفسیر نے بلاشبہ اور بلا مبالغہ اسلامی ادب کو حیات نو عطا کرنے کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ ادب کی چاشنی سے محروم تحریر بے روح جسم کی مانند ہے۔ جس طرح روح نکل جانے سے جسم مردہ لاش کہلاتا ہے ایسے ہی ادب کے بغیر تحریر لفظی مشق سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتی۔ اس لحاظ سے اگر ہم ''تبصرہ'' کو دیکھیں تو محسوس ہوگا کہ یہ محض ایک تحریر نہیں بلکہ یہ ایک داعی ہے، ایک مبلغ ہے اور ایک مصلح ۔۔۔ جو اپنے قاری کو اخلاقی پستیوں سے نکال کر عظمتِ کردار کی شاہراہ پر گامزن کر دیتا ہے ۔۔ اسے مایوسیوں کے دبیز اندھیروں سے نکال کر امید ورجا کے نور نگر میں لا کھڑا کرتا ہے ۔۔ اس کی کاہلیوں کو دور کر کے زندگی کا تحرک عطا کر دیتا ہے ۔۔۔ اور اس کے ذہن خفتہ کو حق کی بیداری اور باطل سے بیزاری عطا کر دیتا ہے۔ اجازت ہو تو میں معمولی سے تصرف کے ساتھ فیض احمد فیض کے الفاظ ادھار لے لوں ۔۔۔ بخدا دل میں یہ تحریر تیری یوں اتری جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آ جائے جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے بادِ نسیم جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آ جائے۔ کسی صاحبِ دل نے کہا تھا: ''تمہارے کردار و اخلاق کی ناؤ بھنور میں پھنسی ہو تو کسی صاحبِ نظر ادیب کی کتابوں میں پناہ ڈھونڈا کرو۔

''یقین جانیے تبصرہ بھی ایک ایسی ہی پناہ گاہ کا نام ہے جہاں تخیل کی بلندی فکر کی عظمت، اخلاق کی رفعت، عمل کی جاذبیت اور روحانی رزق کی فراوانی پناہ گزینوں کا مقدر بن جاتی ہے۔ پھر بقول پلراج انہیں یوں محسوس ہوتا ہے....

کہ جیسے ہستی غموں کے سایوں سے دور اک وادیٔ نگاریں میں آ گئی ہو۔

گگن سے موتی برس رہے ہوں سنہرے لفظوں کی سرزمین راحتوں کا سونا اگل رہی ہو

اک اور بات بھی عرض کرتا چلوں کہ ''تبصرہ'' معمول کی کوئی روایتی کتاب نہیں بلکہ یہ ''صاحب تبصرہ'' کے پچاس سالہ مطالعہِ قرآن کا نچوڑ اور مناجاتِ سحر کا الہامی انعام ہے۔

''دو چار برس کی بات نہیں یہ نصف صدی کا قصہ ہے''۔

''تبصرہ'' کا ایک ادبی پہلو یہ بھی ہے کہ ''صاحب تبصرہ'' کا قلم لکھتے ہوئے مکتب و فرقہ اور زبان و مکان کی قیود و حدود سے آزاد ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قلم کا پیغام بھی مقامی نہیں رہتا بلکہ وفاقی سے بڑھ کر آفاقی ہو جاتا ہے۔ کسی خاص مسلک کے پیروکاران کے مخاطب نہیں ہوتے بلکہ یہ پوری امتِ مسلمہ کو مخاطب کرتے ہیں۔ میں فتووں سے بچ نہ سکوں تب بھی برملا کہوں گا کہ ''تبصرہ'' قرآن حکیم کی بریلوی دیوبندی یا شیعی تاویل و تفسیر نہیں بلکہ یہ حق کا وہ افق ہے جس سے پھوٹنے والی روشنی کسی بھی مکتب و مسلک اور زبان و ثقافت سے تعلق رکھنے والوں کی فکری و عملی زندگی کو منور کرنے کے لیے کافی ہے۔ شاہ جی کے فکری امام چونکہ مولا علی علیہ السلام ہیں اس لیے اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو وہ خاطر میں نہیں لاتے اور جو حق سمجھتے ہیں ان کا قلم اس کا دوٹوک اظہار کرتا چلا جاتا ہے۔ معاند معاصرین سننا چاہیں تو ''تبصرہ'' کے لفظوں کی شیریں اور مدھر دھن انہیں یہ پیغام سناتی ہے:

یہ ہاتھ سلامت ہیں جب تک
اس خوں میں حرارت ہے جب تک
اس دل میں صداقت ہے جب تک
اس نطق میں طاقت ہے جب تک
آزاد ہیں اپنے فکر و عمل بھرپور خزینہ ہمت کا
اک عمر ہے اپنی ہر ساعت امروز ہے اپنا ہر فردا
یہ شام و سحر یہ شمس و قمر یہ انجم و کوکب اپنے ہیں
یہ لوح و قلم یہ علم و طبل یہ مال و حشم سب اپنے ہیں

''صاحب تبصرہ'' قیل و قال کی روایتی زنجیروں کو توڑتے ہوئے جمالیاتی اور ادبی انداز میں پیغام آیات اپنے پڑھنے والوں کے نام کرتے ہیں۔

جلد ہفتم کے صفحہ 390 کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔ آپ یقین کی منزل کو چھونے لگیں گے کہ ''واقعی تبصرہ'' ایک بے مثل ادبی شاہکار ہے:

''آیت معلم بن کر ایمان والوں کے بارے رضوانی کیفیات سے پردہ کشائی کرتی ہے کہ قرآنی آیات جب اس نشانی کے لوگوں پر تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ محبت کی اس کیفیت میں ڈوب جاتے ہیں کہ ان کے ایمان پر بہار آ جاتی ہے۔ اللہ کے انوار کی بارش انہیں دھو دیتی ہے اور ان کے مشام قرآن اور ایمان کی خوشبو کو محسوس کرنے لگ جاتے ہیں۔

عالی قدر ناظرین و سامعین!

اکثر تصنیفات و تالیفات کسی ایک عنوان یا پھر چند ایک علمی جہتوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ کسی کتاب کا علوم کے اعتبار سے کثیر الجہت اور ان گنت معارف کو محیط ہونا مصنف کے علمی مقام، فکری وقار اور اس کی ادبی دسترس کا عکاس ہوتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھ کے ''تبصرہ'' کو پڑھیے آپ بغیر کسی دباؤ کے اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اس میں عقیدہ بھی ہے اور عقیدت بھی ۔۔۔ عشق بھی ہے اور محبت بھی ۔۔۔ ولا بھی ہے اور مودت بھی ۔۔۔ تصوف بھی ہے اور حقیقت بھی ۔۔۔ سماج بھی ہے اور معاشرت بھی ۔۔۔ حساب بھی ہے اور معیشت بھی ۔۔۔ خطاب بھی ہے اور خطابت بھی ۔۔۔ دانش بھی ہے اور بصیرت بھی ۔۔۔ سنجیدگی بھی ہے اور متانت بھی ۔۔۔ روانی بھی ہے اور سلاست بھی ۔۔۔ لفظوں کی شیرینی بھی ہے اور معانی کی حلاوت بھی ۔۔۔ نکات کی انفرادیت بھی ہے اور مضامین کی ندرت بھی ۔۔۔ نظریہ بھی ہے اور نظر بھی ۔۔۔ تاریخ بھی ہے اور ادب بھی ۔۔۔ تحقیق بھی ہے اور جستجو بھی ۔۔۔ علم کی روشنی بھی ہے اور عمل کی خوشبو بھی ۔۔۔ یادِ خدا کی لذت بھی ہے اور مستیٔ اللہ ھُو بھی ۔۔۔ افکار کا تموج بھی ہے اور کردار کی نمو بھی ۔۔۔ مَیں کی نفی بھی ہے اور اثباتِ تُو تُو اور تُو بھی ۔۔۔ قال کے پردے میں حال اور حال کی روشنی میں قال کو نور بداماں کر دینا خاندانِ رسول کی چونکہ محبوب ریاضت ہے اسی لیے اپنے قاری کو بازارِ مصر سے اٹھا کے مدینہ پہنچانا اور جمالِ یوسفی کے پردے میں حسنِ مصطفیٰ کا نظارہ کروانا ''صاحب تبصرہ'' ہی کا خاصہ ہے۔

بقیہ صفحہ 31 پر

تبصرہ ایک روحانی تحریک

ڈاکٹر حمزہ مصطفائی

عظیم دانش ور، عظیم محقق اور نیشنل اسمبلی کے سپیکر کے سپیچ رائٹر ہیں۔ اس کے علاوہ سٹینڈنگ کمیٹی فار گورنمنٹ ایشورینس کے سیکرٹری ہیں۔ ادارہ تعلیمات اسلامیہ اور قبلہ شاہ جی صاحب ک ساتھ دیرینہ تعلق ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

الحمدُللہ ربِ العالمین و العاقبۃ للمتقین، و الصلوٰۃ و السلامُ علیٰ سید المُرسلین و خاتم النبیین و علیٰ آلہِ و اصحابہِ اجمعین! اما بعد! اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنو صلو علیہ و سلم تسلیما!

اللھم صلِ و سلم علیٰ سیدنا و مولانا محمد عندک و رسولک النبی الامی!

مولای صل و سلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کل ھم

میرے انتہائی محترم ومکرم سیدی وسندی، مرشد کریم حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب اور دیگر تمام حاضرین وسامعین خصوصا سادات کرام اور علمائے کرام! السلام علیکم

سب سے پہلے میں قبلہ شاہ صاحب کو مبارک باد دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شاہ جی کی اس سعی مبارکہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس کا شاہ صاحب کو، آپ کی ساری اولاد کو، آپ کے جملہ متوسلین، مریدین اور ہم سب کو آخرت میں اجروثواب عطا فرمائے۔ آمین

ہم نے اپنے مقالہ میں اس بات کو پیش نظر رکھنا ہے کہ "تبصرہ" ایک روحانی تحریک ہے۔ اس سلسلے میں اگر قرآن مجید کو دیکھا جائے تو قرآن مجید میں سورۃ یوسف، سورۃ النحل، سورۃ الشوریٰ، سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ المومن، سورۃ الشعراء، سورۃ القدر، سورۃ المعارج اور سورۃ النبا میں روح، الروح اور روحاً کے الفاظ متعدد بار استعمال کیے گئے ہیں۔ یہ الفاظ روح الامین، روح القدس اور روح کے لیے بھی استعمال ہوئے ہیں۔ بعض جگہ پہ روح اللہ، اللہ کی رحمت کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور اسی طرح روحاً سے مُراد جاں فزائی گئی ہے اور کچھ جگہوں پر روح سے مُراد روح یعنی (Spirit) ہی لی گئی ہے۔

دراصل روح کے بارے میں انسان شروع سے ہی غوروفکر کر رہا ہے مگر اس کا کماحقہ فہم وادراک نہ کر سکا۔ بعض ماہرین لغت نے روح کو آتما، ست، دل، اندرونی خواہش اور نیت قرار دیا ہے اور اس کی جمع ارواح ہے۔

انگریزی میں روح کو soul اور spirit کہتے ہیں۔ اسی طرح روح کو essence of anything بھی کہتے ہیں۔

لفظ روح سے ہی روحی، روحانی اور روحانیت کے الفاظ بنے ہیں۔ روحانیت سے مراد روحی قوت یا خاصیت ہے۔ روحانیت یا روحانی ہونے کی خوبی کو انگریزی میں spirituality کہتے ہیں۔ روح کا لفظ انسانی روح کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور حضرت جبرائیل امین کے لیے بھی روح الامین اور روح القدس کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مختصر بات یہ ہے کہ کئی اصحابِ لغت نے اپنے اپنے علم اور فہم کے مطابق روح اور روحانیت کی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان تمام لوگوں کی مساعی قابلِ تعریف ہیں لیکن قرآن پاک نے "قل الروح مِن امرِ ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" کہہ کر انسانی علم کی بساط واضح فرمادی ہے۔ گو یا روح کی حقیقت کو کماحقہ سمجھنا از بس ناممکن ہے۔ البتہ روحانیت کے موضوع پر خاطر خواہ مواد میسر ہے۔ اس موضوع پر لٹریچر کا خلاصہ یہ ہے کہ "روحانیت اللہ کی رحمتوں سے جھولی بھرنے کا عمل ہے"۔ ہمارے شاہ جی کی زندگی بھر یہ کوشش رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے صرف وہ اکیلے ہی نہیں بلکہ ان کے جملہ سنگی اور متوسلین بھی اپنی اپنی جھولیاں بھر لیں۔ یہی شاہ جی کی روحانی تحریک ہے اور "تبصرہ" اس تحریک کا سب سے بڑا شاہکار ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ "تفسیر تبصرہ" کس انداز میں روحانیت کا سفر ہے۔ "صاحبِ تبصرہ" سیدی وسندی قدوۃ السالکین علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب، دامت برکاتہ القدسیہ جب بھی قرآن مجید کی کسی آیت یا نبی اکرم ﷺ کی حدیث شریف کے کسی نکتے پر خصوصی روحانی تسکین محسوس کریں تو بے ساختہ آپ کا قلم بھی جھوم اُٹھتا ہے۔ مثال کے طور پر اس حدیث شریف پر جس میں سورۃ یسین کو قرآن کا دل کہا گیا، آپ مدظلہ العالی کا دل جھوم گیا اور طبیعت مچل گئی پھر آپ نے کیا ارقام فرمایا

ملاحظہ ہو:

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسؔ ہے''۔

سبحان اللہ!

یٰسؔ دل ہے

سبحان اللہ!

یٰسؔ قرآن کا دل ہے۔

سبحان اللہ!

یٰسؔ پیغام محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ہے۔

سبحان اللہ!

یٰسؔ اعتقاد سازی کی اساس ہے۔

سبحان اللہ!

یٰسؔ آخرت سازی کی بنیاد ہے۔

سبحان اللہ!

یٰسؔ رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔

سبحان اللہ!

یٰسؔ انوار کا مصدر ہے۔

سبحان اللہ!

یٰسؔ معرفت الٰہیہ کی مئے گلگوں ہے۔

سبحان اللہ!

یٰسؔ مفاہیم کی جنت گاہ ہے۔

سبحان اللہ!

یٰسؔ دعوات خیر کی نکہت سرور نواز ہے۔

سبحان اللہ!

یٰسؔ پیغام حق کا اثر تقدیر بدل ہے۔

سبحان اللہ!''

ہر آدمی اپنے اپنے انداز سے روحانیت کے سفر کا مسافر بن سکتا ہے لیکن منزل سب کی درِ مصطفی ﷺ ہوتی ہے اور اسی واسطے سے اللہ رب العزت کی رضا پانا ہوتی ہے، تاہم اس عظیم منزل کی نشاندہی کرنے والے چند ایک نشانات منزل کا ذکر کرنا یقیناً مفید رہے گا، مثلا:

- فیض یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنا روحانیت ہے۔
- انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنا روحانیت ہے۔
- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدق کی خیرات پانا روحانیت ہے۔
- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح منافقوں پر سختی کرنا اور وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل بلند کرنا روحانیت ہے۔
- سیدنا عثمان کے حیاء اور سخاوت کو اپنانا روحانیت ہے۔
- سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فقر خدا مست اختیار کرتے ہوئے مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو سونگھ کر مشام جاں کو معطر کرنا روحانیت ہے۔
- مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ سیدنا قنبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی غلامی اور وفا کرنا روحانیت ہے۔
- سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمۃ الزہراء طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی چادر تطہیر کی تعظیم کرنا روحانیت ہے۔
- سیدنا حسن پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صبر و ایثار کو مشعل راہ بنانا روحانیت ہے۔
- سیدنا حسین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جرأت و استقامت اور بسالت کو محسوس کرنا روحانیت ہے۔
- روحانی سفر کے مسافروں کو جاننا چاہیے کہ چھ ماہ کے علی اصغر کو گود میں رکھ کر اللہ کی رضا کے لیے قربان کر دینا روحانیت کی عظمت ہے اور امام حسین کا برسر میدان زخموں سے چور ہو کر بارگاہ رب العزت میں سربسجود ہو جانا روحانیت کی معراج ہے اور بنوک نیزہ قرآن کی تلاوت کرنا روحانیت کی بقا اور اس کی صداقت کی برہان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے میرے شاہ جی کو اس سب کچھ کی سمجھ اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ قرآن کی صحبت سے اور حضور کی نظر سے عطا فرما دیا ہے۔ میرے شاہ جی کا مشن یہی ہے کہ روحانیت کی اس قندیل کو پوری دنیا میں روشن کر دیا جائے۔ ''تبصرہ'' اسی قندیل کی روشنی ہے۔

سید ریاض حسین شاہ صاحب کی پوری زندگی دینی اقدار کے غلبہ کی تڑپ پر مبنی ہے۔ آپ کے ہاں اُمید کا چراغ ہمیشہ روشن رہتا ہے۔ ''تبصرہ'' کا قاری، چاہے وہ ماہِ کنعان کی صعوبتوں کا مطالعہ کرے یا کوچۂ حجاز میں نبی اکرم ﷺ کے جانثاروں کے احوال کا مطالعہ کرے، اُسے کبھی دِل شکستگی یا مایوسی کا احساس نہیں ہوگا بلکہ ہمیشہ اُس کے دِل میں نئے حوصلے اور نئے ولولے جنم لیتے ہیں۔ تحریکوں کی تاریخ میں اللہ پر بھروسے کے بعد ولولہ اور حوصلہ ہی کامیابی کی کلید ہوا کرتا ہے۔

صاحبِ روحانیت ہستیوں کی زبان حتیٰ الامکان صاف، شستہ اور پاکیزہ ہوتی ہے۔ میں نے گزشتہ 44/42 سالہ دور میں ہمیشہ شاہ جی کی زبان ایسی ہی پائی ہے۔ شاہ جی کی تحریروں خصوصا ''تبصرہ'' کا قاری شاہ جی کے قلم کی ندرت، پاکیزگی اور سنجیدگی کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یقیناً یہ حسن تحریر آپ کی اعلیٰ تربیت کی وجہ سے ہے۔

الحمدللہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کی والدہ ماجدہ نے آپ کو چند سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھا دیا تھا اور آپ نے اُسی دور میں قرآن پاک پڑھانا بھی شروع کر دیا تھا۔ جو بچہ پانچ، چھ سال کی عُمر سے قرآن پڑھ اور پڑھا رہا ہو اُس کی زبان کو قرآن کے فیض سے اچھائی اور سچائی ہی ملتی ہے۔ اُس کی زبان اور قلم سے پھول ہی جھڑتے ہیں۔ ''تبصرہ'' کے قاری کو جگہ جگہ پھولوں کے گلدستے اور باغوں کی خوشبو ملے گی۔ ''تبصرہ'' لکھنے کا سفر یقیناً روحانی ہے مگر اس سفر کا آغاز ''تبصرہ'' کے شروع ہونے سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔

روحانی سفر کے مسافر کو بار بار جانِ کائنات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بارگاہ میں روحانی حاضری دینا ہوتی ہے اور اُسے ہر حُسن، حُسنِ مصطفیٰ ﷺ سے فیض یافتہ محسوس ہوتا ہے۔ صاحبِ ''تبصرہ'' مفکرِ اسلام حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی کیفیت کچھ ایسی ہی ہے ملاحظہ کیجیے سورۂ یوسف کی تفسیر لکھتے لکھتے حجازِ مقدس میں پہنچ کر رقم فرماتے ہیں کہ:

''بلاشبہ سورۂ یوسف پڑھتے ہوئے قاریٔ قرآن کی توجہ ماہ کنعان سے پلٹ

کر ''سراج عرب'' کی طرف مڑ جاتی ہے اور مکہ کی پست سوسائٹی میں ''صادق و امین'' کی آواز عظیم داعی کی عظیم تاریخ کو اتنا روشن بنا کر پیش کرتی ہے کہ نظر نظر اعتراف حقیقت کا چراغاں ہوجاتا ہے''۔

(تبصرہ، سورۂ یوسف، ص10)

اسی طرح ایک دوسری جگہ پر تحریر کرتے ہیں کہ:

''۔۔۔جہاں حرم مقدس میں حضور ﷺ کھڑے ہوتے ہیں۔ شہر کا شہر آپ کے سامنے سرفگندہ اور کمرخمیدہ کھڑا ہوتا ہے اور فتح مکہ کے موقع پر آپ کی زبان نور سے یہ الفاظ بھی نکلتے ہیں کہ آج کے دن میں تم سے وہی کہوں گا جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ:

قال لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم

''آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف فرمادے''۔

۔۔۔اور کوہ ودمن سے یہ آواز ابھرتی معلوم ہوتی ہے کہ ''احسن القصص'' پڑھنے والے اس خوبصورت کہانی کا لب لباب یہی ہے کہ تو اسی وادیٔ نور میں ٹھہر جا۔۔۔۔''

(تبصرہ، سورۂ یوسف، ص:11، 12)

شاہ جی کی روحانی تحریک کا مرکزی نقطہ اصلاحِ اُمت ہے۔ انسانوں کا اپنے رب سے ٹوٹا ہوا رشتہ بحال کرنا ہمیشہ شاہ جی کے پیشِ نظر رہتا ہے۔ شاہ جی مسلمانوں کی اصلاح کے لیے ایک دلنشیں انداز میں فرماتے ہیں کہ:

''قاریٔ قرآن!

دنیا کی سب سے بڑی نیکی اعتماد کرنے والوں کے اعتماد کو محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔۔۔۔!!

عالم روحانیت کا سب سے خوبصورت عقیدہ دعوت گناہ کے وقت بند خلوت خانوں میں بھی بندوں کا اپنے الٰہ کو اپنے قریب سے قریب سمجھنا ہوتا ہے۔۔۔۔!!

مشکلات کے اندھیروں میں اُمید کی روشنی صرف ذکر الٰہ، ذکر خدا اور ذکر باری سے پھوٹتی ہے۔ نام اللہ سے اپنی زبانوں کو تر رکھنے والے اور اپنی روح کو حرارت دینے والے کبھی نامراد نہیں ہوتے۔۔۔۔!!

قال معاذ اللہِ'' (تبصرہ، سورۂ یوسف، ص:66)

''تبصرہ'' کے مطالعے کے دوران یہ بات اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ شاہ جی اپنے روحانی سفر میں دُعا پر بہت زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ بار بار آپ اپنی جھولی پھیلائے بارگاہِ رب العزت میں رحمت، نور اور ہر قسم کی خیر وحسنہ کی التجا کرتے نظر آتے ہیں۔ یہی حُسنِ آرزو ہے۔ ملاحظہ ہو:

''پروردگار!

ربِّ غفار!

کردگار!

خدائے ستار!۔۔۔۔۔

روشنیوں کے خُدا۔۔۔! اُجالوں کے خالق۔۔۔! بہاروں کے معطی۔۔۔!

رحمتوں کے قاسم۔۔۔!

یٰسٓ بحق یٰسٓ۔۔۔۔۔۔۔۔

فہمِ یٰسٓ کی طرف بڑھنے والے بندہ عاجز کو

اس کے احباب کو

اور اس کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کے پڑھنے والے

اہلِ محبت کو بہرہ مند فرما!

نور و نکہت کا ماحول نصیب فرما!!۔۔۔۔۔۔۔۔

حمد وثناء کے ساتھ۔۔۔! مہر ووفا کے ساتھ۔۔۔!

اور حُبِ بے ریا کے ساتھ

درود ہو تیرے نبی ﷺ اور اُن کی آل پر

سلام ہو تیرے رسول ﷺ اور اُن کے اصحاب پر

آمین یارب العالمین۔۔۔۔۔۔

ہم سبھی لوگ کہتے ہیں کہ شاہ صاحب نے تفسیر لکھی ہے، ہم بجا کہتے ہیں۔ مگر شاہ جی خود فرماتے ہیں کہ یہ ''زُلفِ برہم'' کی طرح چند تڑپتے حروف ہیں۔۔۔۔ آگے ارقام فرماتے ہیں کہ

''جس مفہوم پر اس عاجز مسافر کا دل جھوم اٹھا اور بزرگوں کی تائید بھی پائی تو اُسے ٹوٹے پھوٹے انداز میں محفوظ کردیا۔ یہی ''تبصرہ'' ہے''۔

ہمارے آج کے موضوع کی مناسبت اِن الفاظ سے ہے۔'' ۔۔۔جس مفہوم پر اس عاجز مسافر کا دل جھوم اٹھا۔۔۔

بندۂ مومن کے دِل کا جھومنا دراصل انوار کی رِم جھم کا غماز ہوتا ہے۔ ہمارے شاہ جی کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں وہ اُنہی کا حصہ ہیں۔ مگر ''تبصرہ'' کے قارئین بھی اخلاقی تربیت اور روحانی بالیدگی سے محروم نہیں رہتے۔ ''تبصرہ'' اپنے قاری کو اللہ کی محبت اور نبی اکرم ﷺ کے عشق کی وادی میں لے آتا ہے۔ ''تبصرہ'' کا قاری قرآن کے انوار سے اپنی جھولی بھر لیتا ہے۔ گویا ''تبصرہ'' صرف تفسیر نہیں بلکہ ایک تحریک ہے جو بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے کر چلنے کے لیے برپا کی گئی ہے۔ اس تحریک کے قافلہ سالار تو ''صاحبِ تبصرہ'' خود ہیں جبکہ آپ کے سارے شاگرد، مُرید اور خلفاء اس تحریک کے کارکُن ہیں۔ جو شاہ جی کے مزاج کو جتنا زیادہ سمجھتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ سرگرمی سے دعوتِ تعلیمِ قرآن کو عام کررہا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ شاہ جی کے اس آوازۂ حق اور نور بصیرت کو ہر طرف پھیلا دیا جائے۔ اگرچہ لاکھوں لوگ شاہ جی کے ذریعے تھوڑا یا زیادہ قرآن کا فیض پا کر اپنی روحوں کی بالیدگی کا سامان کر چکے ہیں، مگر ہم سب کی اجتماعی ذمہ داری ہے کہ قریہ قریہ، کوچہ کوچہ اور مسجد مسجد قرآنِ کریم کو کھولا جائے اور اُس کے نور کو عام کیا جائے۔ میں اپنے موزوں الفاظ پر اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں:

حق کے متلاشی ادھر آ دل سے اس پر غور کر
حق نما اور حق نگر یہ ''تبصرہ تفسیر'' ہے

شاہ جی اپنے روحانی سفر میں دُعا پر بہت زیادہ توجہ دیتے ہیں

مفکرِ اسلام حضور قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ
کی حکمت افروز اور جمال آرا تفسیر "تبصرہ" پر شاعرانہ تبصرہ

توحیدِ کردگار کا گلزار تبصرہ
عشقِ رسولِ پاک کی مہکار تبصرہ

فیضانِ علمِ حیدرِ کرار تبصرہ
سبطین کے کرم کا چمن زار تبصرہ

تقریبِ رونمائی تو آغاز ہے جناب
ہوتا رہے گا اِس پہ لگاتار تبصرہ

دل اور دماغ، دونوں کو کرتا ہے مطمئن
شہ کے قلم سے نکلا ہے دو دھار تبصرہ

فہمِ کلامِ حق کا اگر ذوق ہو تو پھر
سیّد کا لفظ لفظ ہے شہکار تبصرہ

علمِ علی کا عکس نظر آئے گا تمہیں
مشتے نمونہ ہست زِخروار تبصرہ

پیہم برائے اہلِ طلب ، اہلِ معرفت
زر بار ، نور بار ، گہربار تبصرہ

اشعار میرے حق نہ ادا کر سکے عتیقؔ
اِس پر کریں تو سعدی و عطار تبصرہ

پیر عتیق احمد چشتی

ہم سے قرآن کی روح کیا کہتی ہے؟

انگلینڈ میں قیام پذیر حضرت علامہ منظور احمد رضوی مشہور و معروف بزرگ عالم دین ہیں ۔ بچپن ہی سے برطانیہ میں مقیم ہیں ۔ برطانیہ میں آپ کی دینی خدمات نہایت قابل قدر ہیں ۔ آپ غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب کے شاگرد ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں ۔ آپ نے قبلہ شاہ صاحب کی تفسیر ''تبصرہ'' کے حوالے سے اپنی محبتوں اور عقیدتوں کا نذرانہ انتہائی علمی انداز میں پیش کیا ہے جو قابل مطالعہ ہے ۔ (ادارہ)

علامہ منظور احمد رضوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مجھے ابھی ابھی برادرِ عزیز محترم نوید علی قریشی صاحب نے بتایا ہے کہ قبلہ حضرت علامۃ الدھر فہامۃ العصر سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی ادام اللہ برکاتھم کی تفسیر کی سات جلدیں مکمل ہو چکی ہیں ۔ مجموعی طور پر بات کرنا مجھ جیسے آدمی کے لیے ناممکن ہے لیکن چونکہ تعلق میرا علماء سے رہا ہے الحمد للہ اور دریوزہ گری کا مجھے شرف حاصل رہا ہے اور قبلہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب اپنی تفسیر لکھ رہے تھے اور اس سے پیشتر بھی کچھ نہ کچھ رابطہ اور ضابطہ رہا ہے ۔

لیکن شاہ صاحب قبلہ کے جتنے بھی اسباق میں پڑھ چکا ہوں اس سے تاثر یہ ملتا ہے کہ چونکہ عصرِ حاضر کے مسائل جو ہیں ان کی مطابقت تطبیق کے لیے شاہ صاحب قبلہ کا جو انداز ہے وہ اتنا مؤثر ہے کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ان کی زبان کے اندر کی شگفتگی، فصاحت و بلاغت، الفاظ کی درستگی تطابق و تطبیق وہ ایک نمایاں خصوصیت ہے ۔ اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر متنِ قرآن پاک کو الگ بھی کر دیا جائے تو جو قبلہ شاہ صاحب مدظلہ العالی کے ترجمہ کے اندر تسلسل ہے، جو ربط ہے وہ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے قرآن پاک کے الفاظ کی متن کی جو روح ہے وہ ہمارے دلوں کو چھو رہی ہے ۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو عصر حاضر کے جوانوں کے لیے اور عصرِ حاضر کے ان لوگوں کے لیے جن کو قرآن فہمی کا شوق ہے، قرآن فہمی کا ذوق ہے، قرآن فہمی کی تڑپ ہے ان کے لیے اس سے بڑی اور نعمت اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ وہ شاہ صاحب قبلہ کی تفسیر کو زیر مطالعہ رکھیں اور وہ اس کے مآخذ اور اس کے مطالب کو پوری طرح اپنے دلوں کے اندر وابستہ اور پیوستہ کر کے پھر لطف لیں کہ قرآن پاک کیا کہنا چاہتا ہے، ہم سے قرآن کی روح کیا کہتی ہے، الفاظ تو اپنی جگہ ہیں الفاظ تو اللہ تعالیٰ کے ہیں اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ وہ غیر مخلوق ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہیں لیکن دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ ہمارا ذہن جو ہے ہم جب کسی بات کو سمجھنا چاہتے ہیں یا سوچنا چاہتے ہیں تو اپنی ذہنی جو طاقت اور استطاعت ہوتی ہے اس کے مطابق ہم چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ یہ بھی اللہ کا بڑا کرم ہے کہ انسانوں کو یہ طاقت اور یہ توفیق نصیب کر دی جائے کہ وہ مطالب اور مفاہیم کو اپنے دلوں کے اندر اخذ کر سکیں اور یہ ایک ایسا خاصہ ہے قبلہ شاہ صاحب دامت برکاتہم کی تفسیر کا کہ وہ دلوں کو چھوتی رہتی ہے اور اس کے الفاظ دل پر اتنا اثر کرتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ نعمتِ نو نازل ہو رہی ہے ۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بقیہ: ''تبصرہ ایک ادبی اور تاریخی شاہکار ہے''

وصالِ مصطفیٰ کے بعد جماعتِ صحابہ کے کسی فردِ عظیم کو جمالِ مصطفیٰ کی یاد اگر اداس کر دیتی تو وہ سیدہ ام المومنین کے پاس چلا آتا ۔ آپ اندر سے وہ آئینہ لا کر اس کے سامنے کر دیتیں جس میں دیکھ کر آقا ﷺ اپنی زلفیں سنوارا کرتے تھے ۔ وہ آئینہ بھی بے مثل تھا کہ اس میں دیکھنے والے کو اپنی تصویر نظر نہ آتی بلکہ اسے رخِ والضحیٰ کی زیارت ہو جاتی ۔ ۔ ۔ روایت پڑھی تو میں سوچنے لگ گیا کہ اس آئینے نے اپنے اندر صاحب قرآن کا حسن اتار لیا تھا اس لیے جو بھی اسے دیکھتا وہ حبیبِ خدا کا نظارہ کرنے لگ جاتا ۔ ۔ ۔ ۔ شاہ جی قبلہ نے بھی ''تبصرہ'' کے لفظوں میں جمالِ قرآن اس جذب و سوز سے اتارا کہ ان لفظوں کے آئینے میں دیکھنے والا مدینہ کی گلیوں کا نظارہ بھی کرنے لگ جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اس کی ملاقات شاہِ نجف سے بھی ہو جاتی ہے اور کربلائے معلّٰی کے جلوے بھی اس کے باطن کو منور کرنے لگتے ہیں ۔ ۔ ۔ پھر وہ دامنِ دل پھیلا ''صاحب تبصرہ'' کی خدمت میں دست بستہ عرض گزار ہوتا ہے:

لے کر نغموں میں گلستاں کا نکھار آتے رہو
اس چمن میں صورتِ فصلِ بہار آتے رہو
دردِ شاعر سے ہو واقف کون شاعر کے سوا
تم ہماری روح کا بن کے قرار آتے رہو
دیدہ و دل ہم بچھائیں گے تمہاری راہ میں
دوستوں کی محفلوں میں بار بار آتے رہو
تم سے ہے قائم ہماری محفلوں کی آبرو
محفلوں کی آبرو کے مایہ دار آتے رہو

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خود خدا است در تلاش آدمی
با خبر شواز مقام آدمی

ڈاکٹر آصف ہزاروی

جناب ڈاکٹر صاحب وزیر آباد کالج میں شعبۂ تدریس سے وابستہ ہیں۔ اہل سنت کے عظیم عالم دین حضرت علامہ عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے ہیں جو قبلہ شاہ جی کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سخن شناس بھی ہیں اور سخن نواز بھی۔ ان کے قیمتی خیالات قارئین کی نظر کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ! اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم! بسم اللہ الرحمن الرحیم!

اللہ یجتبی الیہ من یشاء" صدق اللہ العظیم۔

حمد بے حد بر خدائے پاک را
آں کہ ایماں داد مشتِ خاک را
مغز قرآں ، روحِ ایماں ، جانِ دیں
ہست حب رحمۃ للعلمین

آج کی یہ تقریب سعید، پر وقار تقریب، مفسر قرآن، مخدومِ اہل سنت، پیکرِ اخلاص ومحبت، حضرت قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب مد ظلہ العظیم کی تفسیر "تبصرہ" کی ساتویں جلد کی تقریب رونمائی ہے۔ اس عظیم موقع پر میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ آپ کا تعلق سلسلۂ نقشبندیہ کے ساتھ ہے اور سلسلۂ چشتیہ کے روح رواں، حضور بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین تشریف فرما ہیں۔ حضرت شاہ جی فرماتے ہیں کہ نقشبندی خلوت میں ہوتا ہے تو چشتی ہوتا ہے اور چشتی جب جلوت میں ہوتا ہے تو نقشبندی ہوتا ہے۔ آج کی یہ تقریب چشتیت اور نقشبندیت کا مجمع بحرین ہے۔ دو عظیم شخصیات اور دیوان حضوری کے سجادہ نشین دیگر علما تشریف فرما ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ بڑا بابرکت اور مبارک موقع ہے۔ دیگر مسالک کی صورت حال تو کچھ اور ہے لیکن اہل سنت میں تعریف کروانے اور خدمات منوانے کے لیے مرنا ضروری ہوتا ہے۔ جس طرح جنت مرنے کے بغیر نہیں ملتی، ہمارے اہل سنت کے ہاں بھی جب کوئی عالم دین، کوئی شیخ، کوئی پیر، کوئی مفکر دنیا سے چلا جاتا ہے تو پھر لوگ اس کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ یہ ایک غلط رویہ ہے لیکن میں مبارک باد پیش کرتا ہوں ادارہ تعلیمات اسلامیہ کے تمام منتظمین کو کہ انہوں نے حضرت کی اس عظیم کاوش وکوشش پر یہ خوب صورت مجلس سجائی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کاوش وکوشش کو قبول ومنظور فرمائے۔ آقائے دوجہاں، سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ میری اولاد میں سات چیزیں تلاش کرو کہ وہ علم والے ہوں گے، حلم والے ہوں گے، ان میں سخاوت اور شجاعت ہوگی، وہ اکل حلال کھائیں گے، ذاکر الموت اور محب الفقرا ہوں گے۔ چوں کہ وقت کم ہے میں تفصیل کے ساتھ ان چیزوں پر بحث نہیں کرتا صرف اتنا کہتا ہوں کہ ان تمام چیزوں کا مرکز اور محور قبلہ شاہ صاحب کی ذات اقدس ہے۔

خود خدا است در تلاش آدمی
با خبر شواز مقام آدمی

"اللہ یجتبی الیہ من یشاء"

"اللہ جسے چاہتا ہے اپنے لیے خاص کر لیتا ہے"۔

شاہ صاحب سیلف میڈ بندے ہیں۔ جس مجلس میں آج ہم موجود ہیں یہ ساری انہی کی تیار کی ہوئی ہے۔ یہ ساری رونقیں شاہ صاحب کے دم قدم سے ہیں۔ کسی بھی شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے دیکھنا ہوتا ہے کہ اس کے اندر Ability کتنی ہے، Mobility کتنی ہے اور Nobility کتنی ہے۔

Ability means showing skill and knowledge

دیکھا جاتا ہے کہ وہ آدمی کتنا قابل ہے، وہ کتنا بڑا عالم ہے۔ اس کے بعد Mobility دیکھی جاتی ہے۔

Public opinion creation دیکھی جاتی ہے۔

کیا وہ بندہ صرف عالم دین ہی ہے یا اس نے اپنے نقطۂ نظر کو لوگوں تک بھی پہنچایا اور Nobility میں دیکھا جاتا ہے کہ کیا وہ شخصیت عظیم روایات کی امین بھی ہے؟ الحمد للہ! جس شخصیت کو آج ہم خراج تحسین پیش کرنے کے لیے یہاں پر آئے ہیں، وہ Ability کے لحاظ سے بہت بڑے عالم دین اور بہت بڑے مفکر ہیں جنھوں نے بڑے بڑے علماء سے اقتباس کیا۔

میرے جد امجد حضرت شیخ القرآن، ابو الحقائق محمد عبد الغفور ہزاروی، جن کے بارے میں اعلیٰ حضرت بریلوی کے لخت جگر مولانا حامد رضا خاں صاحب کلاس پڑھاتے ہوئے طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ کچی بات نہ کرنا تمہارے پاس ابو الحقائق بھی بیٹھا ہوا ہے۔ جب شاہ صاحب ان کے پاس دورہ تفسیر پڑھنے کے لیے گئے تو ڈیڑھ دو سو کی کلاس تھی جس میں بڑے بڑے اکابر اور شیوخ کے صاحب زادے بھی شامل تھے۔ تفسیر کے حوالے سے امتحان ہوا تو اس میں سب سے زیادہ نمبر شاہ صاحب کو ملے تو انہوں نے سب سے پہلے درجہ اول پر شاہ صاحب کو سند بھی عطا کی

اورسب سے پہلے آپ کی دستار بندی بھی کی۔اس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو کتنا اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔

اس کے بعد Mobility اور Public opinion creation کی بات آتی ہے تو دیکھ لیں شاہ صاحب نے اتنی وسیع وعریض تنظیم اور انجمن بنائی، لاکھوں ہزاروں لوگ پاکستان میں اور بیرون ملک آپ کی اقتدا اور پیروی کرنے والے ہیں تو یہ آپ کی محنت، کوشش اور کاوش ہے اور ہر سوموار کو جو یہاں اجتماع ہوتا ہے اس سے لاکھوں لوگ فیض یاب ہورہے ہیں اور پھر Nobility یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو تقویٰ اور طہارت کے لحاظ سے یہ اعزاز عطا فرمایا کہ دس پندرہ روز قبل مدینہ طیبہ میں جہاں میں بھی حاضر تھا، آپ وہیل چیئر پر مسجد نبوی میں تشریف لاتے تھے اور جس ہوٹل میں ٹھہرے اس کا نام بھی انوار مدینہ تھا۔رات میں گفتگو ہوتی رہی، شاہ صاحب فرمانے لگے میں تو اب کمزور اور بیمار ہوگیا ہوں۔میں نے کہا یہ آپ کی اپنی عاجزی اور انکساری ہے ورنہ جب آپ خطاب کے لیے کرسی پر بیٹھے ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے اللہ کا شیر بول رہا ہے، اس وقت تو کوئی آدمی محسوس نہیں کرسکتا کہ آپ بیمار ہیں۔میں نے شاہ صاحب کو مسجد نبوی میں جب بھی دیکھا یہی دیکھا کہ وہیل چیئر پر آرہے ہیں، سر بھی جھکا ہوا ہے اور نظریں بھی جھکی ہوئی ہیں۔اس پیارے اور خوب صورت انداز کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اور بھی بڑے کمالات عطا فرمائے ہیں۔

کائنات کے سینے کے اندر راز، سید ریاض حسین شاہ

میں سراپا مخزن راز ہوں ، میں رہا ہوں مدتوں راز میں
تیری شوق دید کشاں کشاں مجھے کھینچ لائی مجاز میں

وما علینا الا البلاغ!

❁❁❁

بقیہ: ''تبصرہ ایک نہضت اور تحریک''

علماء اور محققین سے جہاں اختلاف ہوا، بڑے عمدہ اور خوبصورت پیرائے میں اپنے نقطۂ نظر کو واضح کیا۔جبکہ اسلام کے بنیادی نظریات سے متصادم نظریہ کی کھل کر نشاندہی کی ہے۔

تبصرہ میں تربیتی مواد کے ساتھ اسلوب نگارش بھی دلنشیں ہے: مثال کے طور پر عقیدۂ توحید بیان کرتے ہوئے سورۂ بقرہ کی آیت 163 کے تحت رقم طراز ہیں:

''عقیدۂ توحید روحانی اسباق میں سے مرکزی سبق ہے۔کائنات کا ہر رنگ، ہر جلوہ اور روشنی کی ہر کرن اسی مرکز سے منور ہوتی ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں ''ایمانِ توحید'' کو محکم اور مضبوط کیا جارہا ہے اور سمجھایا جارہا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔کوئی علوی یا سفلی، ارضی یا سماوی، نوری یا ناری اور خاکی اور بادی معبود نہیں ہوسکتا۔آیت میں اللہ تعالیٰ کی دو صفات بیان ہوئی ہیں: ایک اس کا رحمان ہونا اور دوسرا اس کا رحیم ہونا۔یہ دونوں توحید پر دلیلیں بھی ہیں اور تربیت کے دو سرچشموں کی نشان دہی بھی ہیں۔رحمٰن تو وہ ہے جس نے دنیا میں انسان کو مادی اور روحانی نعمتوں سے مالا مال کررکھا ہے اور رحیم وہ ہے جو آخرت میں خاص لوگوں کے لیے اپنے کرم اور رحمت کے دروازے کھول دے گا۔ایسی صفات رکھنے والا مالک ہی انسانوں کا معبود ہوسکتا ہے''۔

قرآن مجید کا حضور اکرم ﷺ کی سیرت سے تعلق سوۂ المائدہ کی آیت 15 کے تحت آپ تحریر کرتے ہیں:

''اس میں کیا شک ہے کہ حضرت محمد ﷺ پر نور کے اطلاق سے بات پوری طرح سمجھی جاسکتی ہے اس میں بھی شک نہیں کہ قرآن حکیم بھی نور ہے۔یہی وہ حقیقتیں ہیں جو مسلمان اپنے دلوں، اپنے وجودوں، اپنی زندگیوں، اپنی اقدار و اطوار اور اپنی سوچوں کے گوشہ گوشہ میں محسوس کرتے ہیں۔حضور ﷺ کی سیرت اور شمائل کا مطالعہ کرنے والا اور قرآن حکیم کی تلاوت کرنے والا محسوس کرتا ہے کہ یہ رابطہ اس کے باطن کو منور کررہا ہے۔

قرآن کی تلاوت اگر اسوۂ حسنہ سے جوڑ کر کی جائے تو نصب العین واضح اور مقاصد زندگی متعین ہوجاتے ہیں۔

اللہ کا نظام روحانی کتنا درخشندہ ہے جیسے کتاب کائنات سورج کی روشنی کے وسیلہ کے بغیر نہیں پڑھی جاسکتی ایسے ہی کتاب حق قرآن حکیم نور نبوت کے وسیلہ کے بغیر سمجھی نہیں جاسکتی''۔

جیسا پہلے عرض کیا گیا کہ یہ تفسیر بنیادی طور پر ایک نصاب تربیت ہے۔اس میں عقائد اور معاملات پر بھر پور توجہ دی گئی ہے۔جہاں ایمانیات کی بات ہوئی وہاں اصحاب رسول ﷺ اور اہل بیت اطہار کے مقام اور عظمت کو بھی دلوں میں روشن کرنے کی کاوش موجود ہے۔یہ مختصر وقت مجھے اجازت نہیں دیتا کہ میں ہر ہر موضوع کی امثال پیش کروں تاہم ایک اور مثال پیش کرکے اپنے موضوع کو اختتام پذیر کروں گا۔وہ ہے۔''ایک تربیتی ماڈل''۔آپ نے سورۂ مائدہ کی آیت :3 کے تحت لکھا ہے کہ:

تربیت کا ماڈل

''قوموں کی تاریخ میں نبوی نظام کے زیر سایہ تربیت بھی اہم ہوتی ہے اس کے لیے قیادتوں کی تاریخ اہمیت رکھتی ہے۔ہمارے نزدیک خم غدیر کی تاریخ کسی فرقہ کا جشن نہیں ہے اسلام کے نظام تربیت کی تکمیل کا اعلان ہے۔اس اعتبار سے علی رضی اللہ عنہ کو ماڈل تربیت یافتہ شخص قرار دے کر قیامت تک انہیں قرآن کے ساتھ جوڑ دینے والا دن غیر اہم نہیں ہوسکتا۔اس سے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کی اہمیت اور فضیلت کا عنوان مدھم نہیں ہوسکتا اس لیے کہ اس قافلے کا وجود صرف 110 ہجری تک رہنا تھا اور علی رضی اللہ عنہ کی اولاد نے پل صراط تک روشنی بانٹنی تھی''۔

آخر میں پھر عرض کروں گا کہ "تبصرہ" بلاشبہ اردو زبان میں قرآن کا مخزن اور انسائیکلو پیڈیا ہے۔اس میں تحقیق کا رنگ، اسلوب نگارش اور طرز استدلال قابل تحسین ہے۔اس تفسیر میں اتنی جامعیت ہے کہ ایک ایک لفظ کی تشریح باقاعدہ حوالہ جات سے کی گئی ہے۔لہٰذا امید ہے یہ اہل علم کے لیے ایک ریفرنس بک کی حیثیت اختیار کرے گی اور ہمارے خیال میں اس کے تفسیری مواد سے ایک نہیں بلکہ کئی کئی پی ایچ ڈی کے مقالہ جات لکھے جاسکتے ہیں۔اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمارے مربی اور استاذی المکرم کے رشحات قلم کی تاباں کرنیں ہمیشہ چمکتی رہیں۔اللہ کریم اپنے حبیب پاک کے صدقے ان کو صحت اور طویل زندگی عطا فرمائے تاکہ ان کا فیض تشنگان علم وعرفان کے لیے جاری وساری رہے۔

آمین

دعاوں کا طالب

❁❁❁

اتحادِ اہل سنت کی عملی دعوت

حافظ سخی احمد

سخی احمد خان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اسلامی معاشی نظام پر گراف اور ڈائیگرامز کے ذریعے جدید تحقیق کر کے اس میدان میں نئے زاویوں کو متعارف کروایا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقۂ تدریس پر بھی ریسرچ کرنے کے ساتھ ساتھ مخدومۂ کائنات سیدہ پاک بتول علیہا السلام کی بارگاہ میں بھی عقیدت کے پھول بطور تحریر و تحقیق پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ طویل عرصہ سے شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہیں۔ جھنگ سے تعلق رکھتے ہیں اور قبلہ شاہ صاحب کی شفقتوں کے حصار میں رہنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ (ادارہ)

قبلہ شاہ جی کی تفسیر تبصرہ پر عقیدتوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے ایک اہل محبت نے کہا تھا کہ کوہِ طور پر جس درخت سے اللہ ربّ العالمین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اُسی درخت سے بنا ہوا قلم قبلہ شاہ جی کو تفسیر قرآن لکھنے کے لیے میسر آ گیا ہے۔ اس لیے قبلہ شاہ صاحب کی تفسیر "تبصرہ" کے لفظوں اور جملوں سے نکلتی ہوئی تیز روشنی پڑھنے والوں کے سینوں کو نورِ الٰہی سے بھر دیتی ہے۔ مگر مجھے تو لگتا ہے کہ:

یہ کوہِ طور کے قلم کا نہیں بلکہ نگاہِ سیدہ زہرا پاک علیہا السلام کی توجہ کا ثمرہ ہے، خونِ حسینی کا فیض ہے،

اس کے لفظوں اور حرفوں میں امام حسن المجتبیٰ کی نسبتوں کا حُسن محسوس کیا جا سکتا ہے۔

تبصرہ باب مدینۃ العلم مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم سے سجا سجایا ایسا گلستان ہے جس کے ہر پھول سے ذکرِ الٰہی اور پنجتن پاک کی محبت کی خوشبو آتی ہے۔

یہ وہ تفسیر ہے کہ جس کی شہرت اور مقبولیت صرف زمین پر ہی نہیں بلکہ عرش والوں میں بھی اس کا چرچا ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر (157) کی تفسیر میں قبلہ شاہ جی خود اپنا مکاشفہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”عالم برزخ میں ایک ہال نما جگہ پر دیکھا کہ مرحوم احمد میرا درس قرآن سننے کے لیے تشریف فرما ہیں۔ ساتھ ہی حضرت اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، بابا بلھے شاہ اور غلام فرید کوٹ مٹھن شریف جلوہ افروز ہیں۔ حضرت اعلیٰ کو دیکھ کر میں نے عرض کی: حضور آپ سب تو دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں میری خوش قسمتی کہ قدم رنجہ فرمایا۔ میرا خیال ہوتا ہے کہ آپ زندہ کیسے نظر آ رہے ہیں؟ فرمایا: تمہارے درس قرآن کی شہرت سُن کر آئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

حضرت اعلیٰ نے فرمایا: ”جب تمہاری اس حصہ کی تفسیر مکمل ہو گی ہم پھر آئیں گے۔ درس تیار کرنا ہم سُنیں گے“۔

آج کوئی مجذوب روزنِ عرش سے جھانک کر دیکھے تو کیا معلوم عرش پر بھی ایسی ہی کوئی تقریب رونمائی ہو رہی ہو جس میں بابا بلھے شاہ اور خواجہ غلام فرید کی کافیاں ہوں اور قبلہ شاہ جی کی تفسیر کے اقتباسات سُنائے جا رہے ہوں۔

حضرات عالی وقار! دورِ حاضر میں اہل سنت تقسیم در تقسیم کے کربناک حالات سے گزر رہے ہیں۔ ”تبصرہ“ اہل سنت کو دردمندی سے اسلاف کے طریقے پر اتحاد کی دعوت دیتی ہے۔ اہل سنت کے اندر ناصبیت، خارجیت اور رافضیت کے رجحانات کی نفی کرتے ہوئے سورۃ الدھر کی آیت (9) کی تفسیر میں داعیٔ اتحادِ اُمت قبلہ شاہ جی تحریر فرماتے ہیں:

”یہ دونوں طریقے صحیح نہیں کہ جن روایات میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل ہوں انہیں خوارج کی روایت کہہ کر رد کر دیا جائے اور جن روایات میں اہل بیت کے فضائل ہوں انہیں روافض کی روایات کہہ کر ترک کر دیا جائے۔ اس طرح تو صحابہ اور اہل بیت کسی کی بھی کوئی فضیلت نہیں بچے گی۔ تعصب بری چیز ہے۔ صحابہ رضوان اللہ اجمعین اور اہل بیت سب کے فضائل دل و جان سے تسلیم کرنے چاہییں“۔

حضرات محترم! قبلہ شاہ جی کے ان الفاظ سے ہم نے سیکھا کہ تعصب بُری چیز ہے اسے ترک کر دیجیے، آ کر قبلہ شاہ صاحب کے گھٹنے پکڑ لیجیے، گمراہیوں سے توبہ کر لیجیے، شاہ صاحب امام سجاد پاک کا صدقہ سمجھ کر معاف کر دیں گے۔

حضرات محترم! اہل سنت کا طریقہ رہا ہے کہ وہ حق بیان کرنے میں کبھی مداہنت کا شکار نہیں ہوئے۔ آج بھی اتحاد اہل سنت کی بنیاد یہی اسوۂ حسینی ہو سکتا ہے۔ ”تبصرہ“ سے ہی حسینی للکار کا ایک منظر ملاحظہ ہو، سورۃ البقرۃ کی درج ذیل آیت کی تفسیر میں شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (154)

”مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سر پر ضرب شہادت نے ماحول کو خون خون

کر دیا لیکن علی کرم اللہ وجہہ الکریم کہنے لگے۔ فزت بورب الکعبۃ۔ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔
امام عالی مقام نے جام شہادت نوش کرلیا لیکن سر سے قرآن پڑھنے کی آواز برابر آتی رہی۔
یہ ختم قل کی آواز نہیں شہادتوں کے ترانے تھے۔اور جذبوں کی قندیلیں منور کرنا تھیں۔
قاسم وعلی اکبر بابا کی دعوت پر فدا ہو گئے،
یہ شعور اہل بیت کی چمک تھی اور یزیدیت کو نارِ جہنم میں ذلت کے ساتھ پٹخ دینے کا اعلان تھا۔
شہادتیں طلحہ کے زخم بھی،
حمزہ کی مظلومانہ تصویریں بھی ہیں
مصعب کے عزائم بھی ہیں،
عثمان کی تلاوتیں بھی ہیں،
ابن رواحہ کے رجز بھی ہیں
اور جعفر کے بدن سے بوند بوند ٹپکنے والے خون کے قطرے بھی ہیں۔
میں کہہ سکتا ہوں وجود عمر سے فضیلت مآب مقاصد کے فہم کی شعاعیں بھی جو خون کے قطروں کی صورت میں ٹپکیں۔
زہر حسن المجتبیٰ کو پلائی گئی لیکن موت زہر پلانے والوں کا نصیبہ ہوگیا۔
اور حیات آفتاب ومہتاب بن کر حسن نام کے ایک ایک سے جلوہ فگن ہونے لگ گئی۔
بڑی بات ہے جو بڑا اس کا فیصلہ بھی بہت بڑا ہے کہ جو شہید ہوگا اس کی وجہ سے اس کے خاندان کے ستر لوگوں کو معاف کر دیا جائے گا''۔

ارباب علم ودانش! اہل سنت کا طرۂ امتیاز عشق وادب ہے۔ اہل سنت نے قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر کرتے ہوئے ہمیشہ اسی اُصول کو مدِّ نظر رکھا جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک مشکل مقام سورۃ العبس میں ہے۔ جہاں عبس کی نسبت جمہور مفسرین نے محبوب رب العالمین مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی۔ جو اہل ادب وعشق کے ذہنی اضطراب کا باعث بنتی رہی ہے۔عبس کی ضمیر کا تعین کرتے ہوئے اس کا رُخ بارگاہ رسالت سے پھیر دینا ہی ادب ومحبت کے تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے۔ اس سورت پر قبلہ شاہ جی کی تحقیق عشق ومحبت تبصرہ میں مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ اتحادِ اہل سنت کی حقیقی بنیاد کی طرف دعوت دیتے ہوئے پچاس سال سے زائد اہل سنت کی قیادت کرنے والے سالارِ قافلۂ عشق وجنوں قبلہ شاہ صاحب کے قابل رشک الفاظ ملاحظہ ہوں:

''راہ عشق کے عظیم صحرا نورد احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح ذنب کا معنیٰ تفرد اور امتیاز کے ساتھ کر کے تحقیق اور تفہیم کی دنیا میں روشن نشانات چھوڑے ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی محبت آمیز رائے قابل توجہ ضرور ہے ویسے جعفر صادق رضی اللہ عنہ غیر عرب نہیں تھے صرف بنی اُمیہ کی دولت پرستی کے جنگل میں قدم نہیں رکھا تھا۔ اس عشق میں تو بہت سے مثبت، قوی، ثقہ اور مضبوط راوی ضعیف ہوئے''۔

ارباب فہم وفراست! یہی اُصولِ ادب جانِ عالمین مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے اہل بیت، آپ کی ازواجِ طیبات، آپ کے اصحاب سب کے لیے قائم رہنا چاہیے۔ اس اصول سے انحراف اہل سنت کی صفوں میں انتشار پیدا کر رہا ہے۔ اسی لیے صاحب تبصرہ کی دعوت ہے کہ بارگاہِ مخدومۂ کائنات، بضعۃ الرسول حضرت سیدہ پاک بتول سلام اللہ علیہا کی بارگاہ کے بے ادبوں سے اہل سنت کی پاک صفوں کو پاک ہی رکھا جائے تو اتحاد ادب ومحبت کی بنیادیں مضبوط کی جاسکتی ہیں۔

حضرات عالی جناب! اسلاف اہل سنت کا ایک اور بنیادی اصول روحانی اقدار سے مضبوط وابستگی ہے۔ جس پر اُنہوں نے کبھی بھی کمپرومائز نہیں۔ زمانے بھر کی مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا تو وہ ڈٹ گئے اور دینِ محبت کے بنیادی اُصولوں سے انحراف نہیں کیا کیونکہ ان کی روحانی منزل بارگاہ رب العالمین کا قرب ہوتا ہے۔ جس کے حصول کے لیے وہ مرشد کامل کے قدموں میں سرِ اطاعت خم رکھتے ہیں۔ خلافتِ راشدہ کا سنہری دور سیدنا امام حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو شامل کیے بغیر پورا نہیں ہوسکتا ہے۔ اتحادِ اُمت اور اتحاد اہل سنت کی حقیقی بُنیاد خلفائے راشدین کو چار نہیں بلکہ پانچ تسلیم کرنے میں ہے۔ سورۃ القیامہ کی تفسیر میں جذب وجنوں میں دردمندی سے قبلہ شاہ جی اُمت کو دعوت دے رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''قرآن کہتا ہے کہ فقط یہ کہ فقط یہ کہ اور فقط یہ کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف دیکھیں گے۔ وہ اپنے رب کے مجذوب ہو جائیں گے۔ دیوانے، دیوانے اور دیوانے دیدارِ الٰہی کے جلووں میں گم اور شربت دیدار پی کر جنوں مست۔ اللہ ہی اللہ کتنی خوبصورت منزل ہوگی جب بات ہو اللہ سے تو اللہ تک پہنچ جائے گی۔ اللہ اللہ دم دم اللہ! اگر کوئی منفی معنوں کی پگڈنڈیوں پر الجھنہ جائے تو عرض کر دوں۔
دین اطاعت کی بنیادیں یہ پانچ ہیں:
ایمان واقرار، نماز، روزہ اور حج، زکوٰۃ
لیکن دین محبت کی تکمیل ان پانچ کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتی: چہرہ، نظر، صحبت، ذکر اور غیر سے انقطاع۔
دین اطاعت کی تکمیل بھی پانچ میں ہے:
اور دین محبت کا عروج بھی پانچ تنی ہونے میں ہے۔
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر بھی اور محمد ﷺ ادھر بھی ہیں۔
ابوبکر وعمر وعثمان وعلی اور حسن
یا پھر علی وحسن وحسین رضی اللہ عنہم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا،
الیوم اکملت لکم کا راز انہی چہروں میں ہے''۔

حضراتِ من! تبصرہ ایک دعوت ہے جو انتشار سے اتحاد کی طرف بلاتی ہے۔
''تبصرہ'' ایک احساس درد ہے جو قوم کو بدتہذیبی سے شائستگی کے جہانِ نور میں لانا چاہتا ہے
''تبصرہ'' ایک ایسے ولی کامل کا وجدان ہے جو ہر ایک کو دہلیز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق دیکھنا چاہتا ہے
''تبصرہ'' سیدہ زہراء پاک علیہا السلام کے چمنستان کرم کی وہ خوشبو ہے جو مشام ہستی کو تر وتازہ کر دیتی ہے
''تبصرہ'' مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم وحکمت، فصاحت و بلاغت اور روحانی توجہات کا وہ خزینہ ہے جو اپنے ہر قاری کے اندر رنگ جمال پیدا کر دیتی ہے
''تبصرہ'' کے فیضان کرم سے کسی کو بھی محروم نہیں رہنا چاہیے
اللہ رب العالمین ہر اک جہاں میں ہمیں قبلہ شاہ جی کا سایہ نصیب فرمائے۔ آمین

شاہکارِ سیدی یہ "تبصرہ تفسیر" ہے

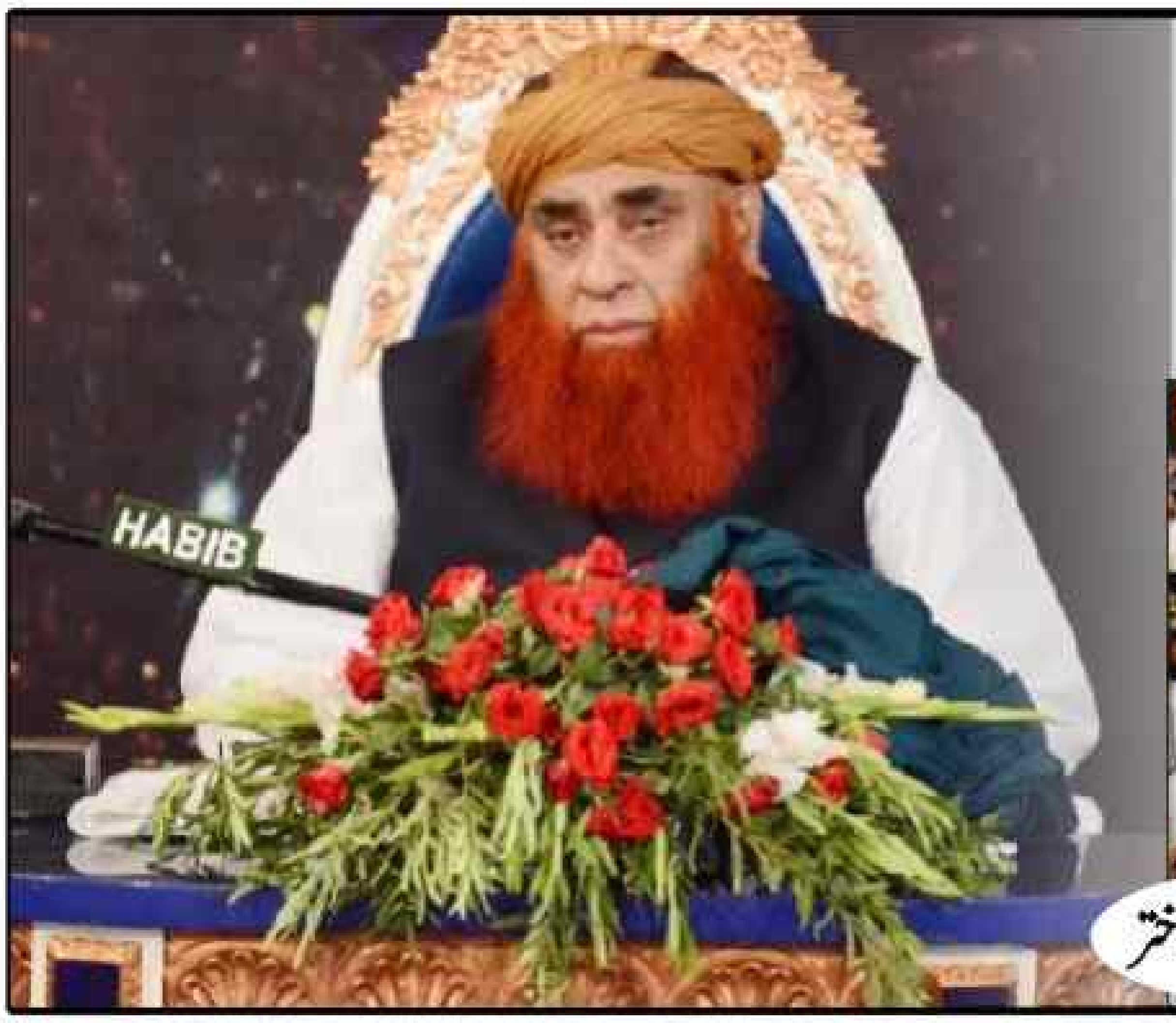

ڈاکٹر منظور حسین اختر

وجہ انعقادِ بزم

جب اشتہار دیکھا کہ شاہ جی قبلہ کی تفسیر "تبصرہ جلد ہفتم" کی تقریب رونمائی ہو رہی ہے۔ بہت خوش کُن حیرانی ہوئی، اس لیے کہ اس سے قبل چھ جلدیں منصۂ شہود پر آ چکی تھیں اور تفسیر سے قبل "تذکرہ" کے نام سے معرکۃ الآرا ترجمہ قرآن اردو زبان میں بھی چھپ چکا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ ترجمہ قرآن، تفسیر کی چھ جلدوں کے علاوہ مزید بہت سی علمی و ادبی کتابیں شاہ جی کے قلم سے متلاشیانِ حق تک پہنچ چکی تھیں لیکن کبھی تقریب رونمائی نہیں کروائی گئی بلکہ شاہ جی نے تو ان نیکیوں کو دریا بُرد کیا ہوا تھا۔ شاہ جی اتنے اونچے اور اتنے مضبوط ہیں کہ "تصنیفات کے فتنہ" سے اُسی طرح محفوظ ہیں جس طرح دیگر فتنوں سے اللہ تعالیٰ نے شاہ جی کو محفوظ رکھا ہوا ہے، نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ یہ فتنے شاہ جی کے قریب سے بھی نہیں گزرے۔ آج کل تو کتاب بعد میں لکھی جاتی ہے تقریب رونمائی کے اعلانات سے آسمان سر پر پہلے ہی اٹھا لیا جاتا ہے۔ کتابوں کے مصنف "ہیچو ما دیگرے نیست" کی تصویر بنے نظر آتے ہیں لیکن سلامِ عقیدت ہے پیر سید ریاض حسین شاہ جی کو، جنھوں نے اتنی معرکۃ الآراء کتابیں لکھ کر بھی "خاموشی کے جہاں" سے قدم باہر نہیں رکھا۔

تو حیرت تو بنتی تھی نا

اتنے عرصہ بعد تقریب رونمائی کیوں ہو رہی ہے؟ پہلی کتابوں کے لیے یہ تقریبات کیوں نہ ہوئیں؟

اندازہ تو تھا کہ شاہ جی کا مزاج تقریبات والا نہیں۔ آپ تو قبلہ لالہ جی علیہ الرحمہ کے مزاج کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں، وہ بات کیسے بھول سکتی ہے کہ جب شاہ جی کو قبلہ لالہ جی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا "شاہ جی! آپ بھی کتابیں لکھتے ہیں؟" اور پھر یقیناً دل میں شاہ جی کے لیے دعا کی ہوگی کہ یا اللہ! میرے شاہ جی کو تصنیفات کے فتنے سے محفوظ رکھنا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ جی محفوظ ہیں، اس فتنے کی چالوں کو جانتے ہیں، اس کے داؤ پیچ سے آگاہ ہیں اور اپنے سنگیوں کو بھی ایسی ہی تربیت دیتے رہتے ہیں۔ مجھے عین الیقین اور حق الیقین کی حد تک علم تھا کہ شاہ جی کو کچھ دوستوں نے اصرار کیا ہوگا۔ اب میری تلاش ان دوستوں کی تھی جنھوں نے اصرار کیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں کے ہاتھ چوموں، ان کا شکریہ ادا کروں جو اس تقریب کا محرک بنے لیکن سوال اپنی جگہ قائم تھا یہ ہیں کون؟

یہ بات تو سب ہی جانتے اور مانتے ہیں کہ سچے دل سے شاہ جی کی محفل میں جو سوال لے کر جاؤ، شاہ جی کی گفتگو میں اس کا جواب مل جاتا ہے۔ محفل سننے کے دوران یہ سوال ذہن میں ناچتا رہا، سوچتا رہا اس خوبصورت بزم کے انعقاد کے محرک کون ہو سکتے ہیں، کون ہیں وہ جنھوں نے قوم پر ہونے والی اتنی بڑی نعمت کو پردۂ اخفاء سے نکال کر طشت از بام کر دیا اور پھر شاہ جی کی کرامت ایک مرتبہ پھر ظاہر ہوئی۔ شاہ جی نے میری اور میری طرح بہت سے اذہان کی پریشانی دور فرما دی اور بتا دیا کہ کون اس تقریب کا محرک بنا۔ اب آپ پوچھیں گے کہ کون بنا؟ تو شاید کسی اور کا جواب یہی ہو کہ تھری میم کے ڈاکٹر محمد طارق صاحب اس تقریب کے محرک بنے، لیکن میرا جواب کچھ اور ہوگا وہ یہ کہ شاہ جی کا "جذبۂ محبت قرآن" ہی محرک بنا۔ تھری میم والوں نے شاہ جی کی تفسیر کا انگریزی ترجمہ کروانے کی درخواست پیش کی اور تقریب رونمائی کی خواہش کا اظہار کیا۔ شاہ جی نے خود اس تقریب میں ارشاد فرمایا کہ:

"صرف اس وجہ سے اس تقریب کی اجازت دی کہ انگریزی زبان میں ترجمہ ہو جائے گا اور انگریزی خواں طبقہ بھی قرآن کے اس نور سے مستفید ہو جائیں گے"۔

تقریب کے شرکاء

تقریب کی خوبیاں کیا بیان کی جائیں، وہ مقتدر ہستیاں تقریب میں تشریف فرما تھیں جن میں سے ہر ایک کے بارے برملا کہا جا سکتا ہے کہ

"گلشن میں ان کا آجانا بہاروں کی نشانی ہے"

شاعر، ادیب، لکھاری، پروفیسرز، ڈاکٹرز، علماء و مشائخ کون سا طبقہ ایسا ہے جس کو میرے شاہ جی کی تحریر نے متاثر نہ کیا ہو۔ اے کاش! میرے زمانے کے لوگ میرے شاہ جی کو سمجھ سکیں لیکن یہ ہوگا ضرور۔۔۔ وہ وقت دور نہیں جب آنے والی نسلیں شاہ جی اور شاہ جی کے سنگیوں کو یاد کریں گی۔

بابا جی محمد اسلم کی کھری کھری باتیں

تفسیر "تبصرہ" کی رونمائی میں اہلِ علم و فن نے اپنے اپنے مقالہ جات بھی پیش کیے جو انشاء اللہ چھپ کر قارئین تک ڈائریکٹ پہنچ جائیں گے۔ اس لیے مجھے ان پر

اپنی معروضات کی گرد نہیں ڈالنی چاہیے۔ ہاں بابا جی محمد اسلم صاحب نے جو پُرخلوص اور سیدھی سادہ باتیں کیں چونکہ مقالے کی شکل میں نہیں تھیں اس لیے وہ میں اپنے قارئین تک پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ بھی یادر ہے کہ تفسیر ''تبصرہ'' کے مکمل کرنے پر اصرار کرنے والوں میں بابا جی محمد اسلم صاحب کا کردار نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے جب سے تفسیر کا مطالعہ کیا ہے شاہ جی کے دیوانے ہو گئے ہیں حالانکہ بابا اسلم خود ایک معاصر مفسر کے قریب زندگی گزارنے والے ہیں لیکن شاہ جی کی تفسیر پڑھ کر برملا کہہ اٹھے کہ ''تفسیر اسے کہتے ہیں''۔ بابا اسلم اپنی سیدھی اور سادہ گفتگو میں فرمانے لگے کہ ضلع سیالکوٹ میں بہت سی علمی و ادبی شخصیات پیدا ہوئی ہیں انہی میں سے ایک بہت بڑے عالم و فاضل شخص کو میں نے تفسیر ''تبصرہ'' دی تو انہوں نے پڑھ کر کہا کہ یہ تفسیر مشکل ہے پڑھی نہیں جاتی۔ میں نے انہیں کہا کہ ایک مرتبہ پھر پڑھو، پھر پوچھا تو کہنے لگا تفسیر مشکل ہے، میں نے کہا تیسری مرتبہ پھر پڑھو۔ کچھ عرصہ کے بعد میں (بابا اسلم) اس کے پاس گیا تو گھر سے باہر نکل کر میرا استقبال کیا، مجھے مٹھائی منگوا کر کھلائی اور کہنے لگے کہ اب میں خود شاہ جی کی زیارت کے لیے جاؤں گا جنہوں نے تفسیر رقم کی ہے۔

بابا اسلم نے کہا کہ اگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی اس تفسیر کو پڑھتے تو بہت خوش ہوتے اور شاہ جی کو خود شاباش دیتے۔ بابا اسلم نے کہا کہ شاہ جی کے پائے کا مفسر کہیں نہ ملے گا، بابائے اردو مولوی عبدالحق اگر ''تبصرہ'' کو پڑھ لیتے تو خوشی سے چھلانگیں مارتے کہ شاہ جی نے اردو زبان کو اتنا حُسن عطا فرما دیا ہے۔

آخر میں بابا جی محمد اسلم صاحب کی وہ بات بیان کروں جو انہوں نے سادگی کے ساتھ برجستہ فرما دی جس بات کی جانب مندرجہ بالا سطور میں، مَیں صرف اشارہ ہی کر سکا ہوں:

''اے کاش! میرے زمانے کے لوگ میرے شاہ جی کو سمجھ سکیں، لیکن یہ ہو گا ضرور۔ وہ وقت دور نہیں جب آنے والی نسلیں شاہ جی اور شاہ جی کے سنگیوں کو یاد کریں گی''۔

اب سنیے بابا محمد اسلم صاحب کا یہ لافانی جملہ، اس میں جو سچائیاں ہیں اور جو گہرائیاں ہیں وہ عقل والے ہی سمجھ سکتے ہیں:

بابا اسلم نے فرمایا:

''امام مہدی کے دور میں شاہ جی کی تفسیر ''تبصرہ'' ہی پڑھی جائے گی''۔

کہنے کو تو یہ ایک جملہ ہے، جذباتی کہہ لیں، عقیدت کا مرہون منت سمجھ لیں لیکن بہت بڑی حقیقت ہے، بہت بڑی سچائی ہے، پیشین گوئی تو جھوٹی بھی ہو سکتی ہے لیکن یہ اٹل حقیقت ہے۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام ضرور فخر کریں گے اور خوش و مسرور ہوں گے کہ ہماری ''جد'' نے خدمتِ دین کے لیے کیا کیا کارنامے سرانجام دیے ہیں۔

علم و ادب کے شاہسوار مقالہ نگار حضرات نے اس تقریب میں مقالہ جات پیش کیے، یہ وہ حضرات ہیں کہ ان میں سے ایک کا بھی کسی سے متاثر ہونا بعید از خیال ہے، لیکن شاہ جی کی تفسیر سے سبھی متاثر نظر آئے اور سبھی نے اپنے اپنے علمی زاویوں سے شاہ جی کی تفسیر ''تبصرہ'' پر اپنے اپنے حسین اور پیارے تبصرے کیے (جو آپ تحریری طور پر ''دلیل راہ'' میں پڑھ سکتے ہیں)۔

مزید برآں یہ کہ اس دور کی معروف علمی و ادبی شخصیت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری جو خود کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور امت مسلمہ اسلامی لٹریچر میں ان کے احسانات کو فراموش نہیں کر سکتی۔ حضرت شیخ الاسلام نے ٹیلی فونک خطاب فرمایا اور شاہ جی کو ہدایۂ محبت پیش کیے۔ اپنے خاص انداز میں حضرت شیخ الاسلام نے لفظ ''تبصرہ'' پر گفتگو فرمائی اور اسے امت مسلمہ کے لیے نعمت غیر مترقبہ قرار دیا۔ شاہ جی کو بارہا مرتبہ مبارکباد دی اور دعا کی کہ اللہ اس تفسیر کو امت مسلمہ کے لیے راہبر و راہنما بنا دے۔ (آپ کا مقالہ بھی من وعن شائع ہوا ہے)۔

اب آیئے شاہ جی کے خطاب کی طرف۔ اگرچہ آپ نے اپنے خاص رنگ میں خطاب نہ فرمایا اس لیے کہ آج تو شاہ جی پر ایک خاص قسم کی کیفیت طاری تھی جس کو آپ عاجزی، انکساری اور سراپا تشکر قرار دے سکتے ہیں۔ شاہ جی کی گفتگو سن کر نبی کریم ﷺ کا فتح مکہ کے دوران مکہ میں تشریف آوری کا منظر سامنے آ گیا اور پتہ چلنے لگا کہ حضور ﷺ کی اولاد واقعی حضور ﷺ کی سنت کو فراموش نہیں کرتی۔ آپ کی گفتگو کو اگر ایک جملہ میں سمیٹا جائے تو یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ ''شاہ جی کی ساری گفتگو سراپا عجز و انکسار تھی''۔ آپ کے رونگٹے رونگٹے سے عاجزی نمایاں تھی۔ آپ کے لفظ لفظ سے انکساری ٹپک رہی تھی۔ آپ کے مبارک جسم کا ذرہ ذرہ مجسم تشکر بنا ہوا تھا۔ آپ زبان سے بھی اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے اور کیفیات بھی بتا رہی تھیں کہ آپ کا دل اللہ کی بارگاہ میں جھکا ہوا ہے۔ آپ اس تفسیر کو فقط اللہ کی مہربانی قرار دے رہے تھے۔ اپنی ذات کا تو ذکر ہی نہ تھا، بس اللہ اللہ اور اللہ کا شکر اور اللہ کی مہربانی اور اللہ کی عنایت اور اللہ کا فضل۔۔۔۔

ایسے موقع پر تو ''صاحب کتاب'' اپنے آپ کو قوم کے ''محسن'' کے روپ میں پیش کرتا ہے لیکن شاہ جی تو آنے والے معزز مہمانوں کو اونچا کر رہے تھے، ان کے لیے تشکر و شکریہ کا سراپا بنے ہوئے تھے۔

معزز مہمانوں کا نام لے لے کر شاہ جی نے شکریے کے ہدایہ پیش کیے اور فرمایا:

''آپ نے محبتوں، الفتوں اور نوازشوں کو میرے حوصلوں کی ٹیک بنایا۔ آپ سب کا شکریہ، میری محفل میں آپ کے خطابات میرے لیے راہ نواز ہیں، منزل نواز ہیں، خصوصاً نابغہ عصر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری زیدہ مجدہ کا خطاب میرے مقاصد کو قوت دینے والا ثابت ہوا۔ وہ اُمت مسلمہ کا سرمایہ ہیں۔ اہل دین اگر اس طرح کی محبتوں کو اختیار کر لیں تو اللہ تعالیٰ کارگہٗ حیات کی نورانی نعمتیں ایک بار پھر ان کے نام کر دے۔ ڈاکٹر صاحب! میں آپ کا ذاتی طور پر شکر گزار ہوں۔ آپ کی دعائیں، آپ کے قیمتی الفاظ میرے لیے سرمائے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی طرح شاید میں بھی دکھی ہوں کہ ابھی پسماندہ قوم کا ذہن آپ کی کوششوں کی طرف پوری طرح مائل نہیں ہوا لیکن انشاء اللہ وقت آ رہا ہے کہ آپ کے علم و حکمت کے روشن نقوش امت مصطفیٰ ﷺ کی ترقی کا سبب بنیں گے۔ پاکستان ترقی کرے گا''۔

دیگر مقالہ نگار و اہل علم کی جانب توجہ فرماتے ہوئے شاہ جی گویا ہوئے:

''سچی بات یہ ہے کہ پروفیسر عرفان جمیل، پروفیسر ڈاکٹر محمد اظہر نعیم، عزیزم پروفیسر سخی احمد خان، عزیزم مفتی لیاقت، عزیزم ڈاکٹر حمزہ مصطفائی، بابا جی صاحب محمد اسلم، ڈاکٹر آصف ہزاروی، پروفیسر مشتاق صاحب، میرے بہت ہی پیارے ڈاکٹر محمد طارق صاحب جو مانچسٹر سے تشریف لائے،

سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں''۔

''تذکرہ وتبصرہ'' کے دیگر زبانوں میں تراجم

شاہ جی نے بتایا کہ:

''تھری میم انگلینڈ کا ادارہ ہے اور ان کی کوششوں سے میری تفسیر کا انگلش میں ترجمہ شروع ہے

بحمداللہ ''ہندکو'' زبان میں میں نے خود ترجمہ کر دیا ہے۔

سرائیکی زبان میں میرے ترجمہ قرآن کا ترجمہ عرفان جمیل صاحب نے شروع کیا ہے

یہ سب اللہ کی مہربانی ہے، اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں''۔

ذرا عاجزی ملاحظہ کیجئے

شاہ جی فرماتے ہیں:

''میں اپنے دل کا احساس بتانے لگا ہوں کہ آپ کی باتیں سن کر میں سوچ رہا تھا کہ یہ میں ہی ہوں جس کی تفسیر ''تبصرہ'' پر تبصرہ ہو رہا ہے، مجھے احساس ہوا کہ میں کشکول بدست فقیر ہوں، عاجز مسکین پہلے بھی تھا آج آپ لوگوں نے مجھے کشکول بدست فقیر بھی بنا دیا ہے۔ میرا دل چاہ رہا ہے میں ساری ساری رات اللہ سے مانگتا ہی رہوں امت مصطفیٰ ﷺ کے لیے، اپنے لیے، آپ کے لیے، محبت کرنے والوں کے لیے''۔

عاجزی کے ساتھ خوشی کا حسین امتزاج ملاحظہ کیجئے

''آج مجھے صرف خوش ہونا ہے اور آپ کو محسوس کرانا ہے کہ میں خوش ہوں، میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اتنے دوست، اتنے کرم فرما، ڈاکٹر، انجینئر، وکلاء، علماء و مشائخ جس طرح میرے ساتھ محبت کرتے ہیں پہلے تو میں اپنے آپ کو فقیر اور عاجز محسوس کرتا ہوں لیکن آپ کی باتوں نے مجھے شیر بنا دیا ہے۔ آپ ایسے اہل نظر کا بہت شکر گزار ہوں۔ اچھے دوست مل جائیں تو وہ اللہ کی عطا ہوا کرتے ہیں۔ علامہ حافظ نور محمد بندیالوی بیٹھے ہیں، عظیم شعراء بیٹھے ہیں، شاید میں پہلا شخص ہوں گا جس کی زندگی میں ہی شعراء نے اسے محبت دی ہے۔ دیوان صاحب کا آنا، پیروں کا میرے ساتھ کھڑے ہونا، میں سمجھتا ہوں کہ بندہ کچھ بھی نہیں یہاں تو کروڑوں روپے لوگ لگاتے ہیں ایک ہمنوا نہیں ملتا تو فقیر کا فقر دیکھ کر لوگ آ جائیں تو نظر آتا ہے کہ یہ بابا فرید کی نظر ہے''۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شاہ جی کی گفتگو میں علمی گتھیاں نہ سلجھائی جائیں اور ''دروازہ شہر علم'' کے بیٹے ہونے کا اثر نہ ظاہر ہو، چنانچہ کمال عجز و انکساری کے ساتھ شکریہ ادا کر کے شاہ جی نے مولا علی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ اور ایک ارشاد اپنے سامعین کو سنایا کہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ کے دوران ارشاد فرمایا:

علیکم بکتاب اللہ

''تم پر اللہ کی کتاب لازم ہے''

دشمن تیر و تفنگ لے کر لشکروں کو تیار کر کے حملہ کر رہا ہے کہ علی! تیرے پرچم کو سرنگوں کر دیں گے تیری ریاست کو بکھیر دیں گے لیکن عین جنگ کے وقت علم کی بات کرنا مولا علی کا ہی خاصہ ہے۔ جنگ میں لوگ مدد مانگتے ہیں کہ میری طرف آؤ، اپنے تلوار و تیر کے ساتھ میری مدد کرو لیکن سلام ہو علی علیہ السلام پر، انہوں نے اس وقت بھی کہا: **علیکم بکتاب اللہ** ''تم پر اللہ کی کتاب لازم ہے'' قرآن لازم ہے۔

پھر مولا علی رضی اللہ عنہ کا اگلا جملہ

''فانہ الحبل المتین''

''یہ (قرآن) مضبوط رسی ہے''۔

تقریب کا پیغام

مولا علی رضی اللہ عنہ کے اس جملہ پر شاہ جی نے فرمایا:

''اس سے بڑا پیغام ''تبصرہ'' کی خوشیوں میں اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن مضبوط رسی ہے، مسلمانو! بکھرو نہ، بٹو نہ، تقسیم نہ ہو، تمہارے لیے نجات کی جو کشتی ہے اس میں بیٹھو''۔

نجات کی کشتی کیا ہے

کمال انداز بیان ملاحظہ کیجیے:

میں کیوں بتاؤں کہ وہ کشتی کون سی ہے؟

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ نجات کا سفینہ حضور ﷺ نے ایک ہی بتایا ہے، سفینہ نوح کی طرح لیکن میں حضور ﷺ کے لفظوں کو چھپاؤں بھی کیوں!

نجات کی کشتی ''وہ میری اہل بیت ہے''۔

سفینہ میں شریک ہو جاؤ، سوار ہو جاؤ، علماء ہو پھر بھی جیسے نوح علیہ السلام نے سارے جوڑے کشتی میں بٹھائے تھے سارے جوڑ و بیٹھ جاؤ۔

میں ''اونتروں نکھتروں'' کی بات نہیں کرتا، میں کیوں کروں ان کی بات۔ اس سفینہ نجات میں بیٹھ جاؤ اس کے ساتھ حضور ﷺ کی مضبوط رسی جڑی ہے۔

مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و نور و مبین

''اور ضیائے روشن''

قرآن نور ہے اور نور کی ایک خوبصورت مثال دیتے ہوئے شاہ جی گویا ہوئے:

''فرض کریں آپ کہیں جا رہے ہوں، پلیٹ فارم پر بجلی گئی ہوئی ہو، لوڈ شیڈنگ ہو ایندھن ختم جائے، گاڑی بند ہو جائے، پتا چلے کہ اگلا پلیٹ فارم روشن ہے، بتاؤ ظلمتوں میں رہو گے یا روشنیوں کی طرف جاؤ گے''۔

مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''ہمارے پاس ایک رسی ہے وہ قرآن ہے، تم قرآن کی رسی کو مضبوط پکڑ لو، روشنی انہی کے پاس ہے، اندھیروں میں کیوں بھٹک رہے ہو، رشنیوں کی جانب بڑھو، اسی روشنی میں مصطفیٰ ﷺ کا چہرۂ والضحیٰ نظر آئے گا۔ قرآن ضیائے روشن ہے''۔

پھر مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

شفاء اللناس

''قرآن لوگوں کے لیے شفا ہے''۔

قرآن وہ دوا ہے جس سے شفا ملتی ہے تم کسی بھی قسم کے مرض میں مبتلا ہو، روحانی، جسمانی، اپنا رشتہ ناتا قرآن سے جوڑو قرآن تمہیں شفا دے گا۔

قرآن ایسا سامان راہ ہے جو بندے کو ویران نہیں ہونے دیتا بلکہ منزل پر پہنچا دیتا ہے۔

والعصمة للمتمسک

''اور اگر تم قرآن کو اختیار کرلو تو اللہ تعالیٰ عصمت عطا کر دیتا ہے''۔

مولا علی نے فرمایا: ''قرآن کے ساتھ لگ جاؤ قرآن ٹیڑھا نہیں ہونے دیتا''۔

جو قرآن کے ساتھ لگ گئے وہ ٹیڑھے نہیں ہو سکتے۔ اللہ انہیں صراط مستقیم پر رکھتا ہے۔ قرآن کے ساتھ لگنے والا گمراہ نہیں ہو سکتا۔

مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''قرآن ایسا کلام ہے جس کو بار بار سنو یہ پرانا نہیں ہوتا''۔

شاہ جی: ''قرآن میں باسی پن نہیں آتا، کروڑوں مرتبہ بھی پڑھو تو یہ تازگی دیتا ہے، تازگی نواز ہے، یہ شگفتہ ہے اور شگفتہ نواز ہے، یہ دلوں کو شگفتہ کرتا ہے، ذہنوں، روحوں کو شگفتہ کرتا ہے اور جب دوزخ کے شعلے دیکھ کر لوگ ہائے ہائے کر رہے ہوں گے قرآن تمہاری انگلی پکڑ کر تمہیں جنت میں داخل کر دے گا''۔

مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''سچا وہی ہے جو قرآن کے ساتھ بات کرے اور جو قرآنی احکام پر عمل کرے وہ لازمی طور پر آگے نکل جائے گا''۔

شاہ جی: ''یہ عزتیں ہماری نہیں، قرآن کی ہیں۔ یہ کتاب اللہ کی ہیں''۔

''تبصرہ'' کی وجہ تسمیہ

شاہ جی نے اپنی تفسیر کا نام ''تبصرہ'' تجویز کیا، شاہ جی کی ادب نوازیوں کے کیا کہنے۔ بہت سے اہل علم بھی اس راز کو نہ پا سکے کہ اس تفسیر کا نام ''تبصرہ'' کیوں رکھا گیا۔ خود راقم الحروف نے جب ایک عالم دین کے سامنے اس نام کا ذکر کیا تو وہ حیران رہ گیا۔ شاہ جی نے وجہ تسمیہ بیان فرما کر تمام قارئین کے ذہنوں کو تسلی بخش جواب عطا فرما دیا۔

خود ملاحظہ کیجیے:

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے سورۂ ''ق'' کے اس بے مثال مرجع کی طرف اشارہ کیا جس پر اس عاجز نے اپنی تفسیر کا نام ''تبصرہ'' رکھا۔ یہ تبصرہ کا لفظ کمنٹری Comentary کے معنوں میں نہیں ہے، اس کی بنیاد بصیرت ہے۔ شاہ جی نے اٹھارہ 18 معنی لفظ ''تبصرہ'' کے بیان کیے:

- حجت
- دلیل
- یقین
- ارادہ
- گواہ
- شاہد
- اندھیروں سے نکال کر روشنیوں میں لانے والا المخرج
- وحی کی روشنی میں عقل سے کام لینے والا
- کھلی ہوئی حقیقت
- روشن دل
- ادراکات کو منزل مل جانا
- قوتِ بینائی
- تیر کا نشانے پر پہنچنا
- سخت زمین میں سفید پتھر
- بوسیدہ دیوار پر پتھر کی سفید لوح جس پر نام لکھا ہوتا ہے اور سب سے پہلے مزار پر وہی تختی نظر آتی ہے
- ذِرہ بکتر جو مجاہد پہنتا ہے
- کسی چیز کو جان لینا
- کسی چیز کا نمایاں کرنا

تبصرہ سے مقصود

تبصرة و ذکری لکل عبد منیب

شاہ جی نے مندرجہ بالا آیت کے حوالے سے فرمایا کہ مفسر کا مقصود ہوتا ہے کہ میری اس کتاب سے کیا کیا چیزیں پوری ہو سکتی ہیں یقیناً میرا مقصود یہ تھا کہ پورے قرآن مجید پر اس طرح قلم آرائی کرنا کہ بصیرتیں عام ہوں

دوسرا بیداری پیدا ہو، جو ذکری سے مطلوب ہے

تیسرا عبادت کا شعور پیدا ہو جو لفظ ''عبد'' کا متقاضی ہے

چوتھا انابت ہے۔ ''نوب'' شہد کی مکھی کو کہتے ہیں ''نوب'' اس لیے کہتے ہیں کہ مکھی اپنے چھتے سے 250 میل دور تک جاتی ہے، پھول پھول جاتی ہے لیکن اس کی نظر اپنے چھتے پر رہتی ہے، وہ اپنے چھتے کو نہیں بھولتی یعنی مومن وہ ہوتا ہے جو علم کے جس درخت پر چاہے بیٹھ جائے لیکن وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا قرآن نہیں بھولتا۔

شاہ جی نے فرمایا کہ ہماری منزل قرآن ہے۔

''منیب'' کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے شاہ جی نے بیان فرمایا کہ ''منیب'' کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص جس میں انابت ہو۔ جس میں انابت نہ ہو وہ ''منیب'' نہیں ہو سکتا۔ ''منیب'' وہ ہوتا ہے جو اپنی اصل کو نہ بھولے، حضور ﷺ کی دہلیز کو نہ بھولے، جو قرآن کو نہ بھولے، جو کتاب اللہ کو نہ بھولے، جو آیات اللہ کو نہ بھولے اور فراموش نہ کرے۔

کیا خوبصورت پیغام شاہ جی نے اپنے سامعین کو عطا فرمایا:

''جو فاطمہ کا دروازہ بھول جائے اس میں انابت کہاں ہوگی۔ جو امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم کا دروازہ بھول جائے، مولا علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ بھول جائے اس میں انابت کہاں ہو سکتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے، تو ہم سب کو علی کی دہلیز چومنا پڑے گی''۔

ذکر علی علیہ السلام سے شرمانے والوں کو نصیحت:

شاہ جی نے فرمایا:

''فلم ساز، رقاص، ڈرامہ نویس اپنے استادوں کا نام لیتے نہیں شرماتے تو لوگو! تم علی علیہ السلام کا نام لیتے کیوں شرماتے ہو؟ حضور ﷺ کے صحابہ کو نہ ماننے والا بھی گمراہ اور اس سے بھی بڑھ کر گمراہ وہ شخص ہے جو حضور ﷺ کی دہلیز کا مقام نہیں جانتا''۔

ان سطور میں شاہ جی کے ترجمہ قرآن ''تذکرہ'' اور تفسیر ''تبصرہ'' کے محاسن پر گفتگو نہیں کی گئی کیونکہ یہ ایک ادنیٰ سی رپورٹ ہے۔ ''تبصرہ'' کے محاسن تو آپ دیگر مقالہ نگاروں کے مقالہ جات میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ

"محاسن تبصرہ" پر پی ایچ ڈی ہوسکتی ہے۔اس کے محاسن اتنے کثیر ہیں کہ ہم ایسے کم علم ان پر قلم نہیں اٹھا سکتے۔اہل علم ودانش سے گزارش کروں گا کہ وہ شاہ جی کے اس ترجمہ و تفسیر کو پڑھ کر اس کی خوبیوں اور محاسن کو عوام الناس کے سامنے رکھیں تاکہ ہر شخص اس سے مستفید ہوسکے۔

شاہ جی کا ترجمہ قرآن "تذکرہ" ہو یا تفسیر "تبصرہ" یا پھر ان کے علاوہ کوئی اور کتاب ہو، ایک شخصیت کو فراموش کرنا ناانصافی اور زیادتی کے مترادف ہوگا اور وہ ہیں شاہ جی کے خلیفہ جناب پروفیسر محمد بہاؤالدین صاحب۔یہ وہ شخصیت ہیں جو شاہ جی کے کام کے لیے بنیادی اینٹوں کی حیثیت رکھتے ہیں، ظاہر بھی نہیں ہوتے اور سب سے زیادہ کردار بھی ادا کرتے ہیں۔اللہ ان کو اور ان کی وہ ٹیم جو ان کے زیر سایہ شاہ جی کی خدمات انجام دیتے ہیں، اللہ سب کی خیر کرے۔ پروفیسر محمد بہاؤالدین صاحب کو اللہ تعالیٰ صحت کاملہ اور عاجلہ عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

مزید دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شاہ جی کا مقام سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے
مولا علی رضی اللہ عنہ کے اس بحر ذخار سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے
اس علمی، عملی، روحانی سمندر سے ہم سب کو فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ نبی الکریم الامین۔

بقیہ: "تبصرہ وتذکرہ"

قرآنی انتباہ

قرآن مجید کی اس آیت میں ایمان والوں کو انتباہ کیا گیا کہ یہود ونصاریٰ کے اندر بہر حال ایک گروہ اور فرقہ موجود ہے جو اس تگ ودو میں رہتا ہے کہ وہ کسی طرح اہل ایمان کو اسلام کے بارے میں متردّد کردیں اور برگشتہ ہونے کی تحریک عام کریں۔ایسے لوگ اپنی سفلہ کاریوں پر مفتخر بھی رہتے، جیسے وہ بہت بڑا کام کررہے ہیں ان کا انداز ناصحانہ ہوتا، وہ بھیس بدل کر لوگوں میں کفر رائج کرنے کی کوشش کرتے۔آیت میں ایمان والوں کی تربیت کی جارہی ہے کہ وہ یہودیوں کی مفرقانہ اور تفرقہ بازی کی باتوں سے متاثر نہ ہوں۔ان کی اطاعت کو اسلامی کیمپ کے اجڑنے کی تدبیر سمجھیں۔بدقسمتی سے اس وقت مسلمان یا تو بالکل بے دین ہوچکے ہیں وہ اپنا ملجا وماویٰ یہود ونصاریٰ ہی کو سمجھتے ہیں اور یا پھر دین دار ہیں لیکن ان کی سوچیں اس قدر بوسیدہ ہوچکی ہیں کہ انہیں زندگی کے ہر میدان میں کافرین اور ملحدین بے وقوف بنا رہے ہیں۔انسانیت کے نام پر ان کے اسلامی افکار اور اقدار کے خزانے لوٹے جارہے ہیں۔آیت میں جو مسلمانوں کی تربیت کا مواد ہے اُسے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

- ☆ آیت میں پہلی بات یہ ہے کہ ایمان والے سمجھیں کہ وہ ایمان والے ہیں جس وقت مؤمنین مخلص ہوکر ایمانی شعور کی روشنی میں آجائیں گے خودبخود ان کا ایمان ان میں "اسلامیت" پیدا کردے گا۔
- ☆ دوسری چیز یہ ہے کہ مسلمانو! تم نے بیعت رسولِ اعظم کی، کی ہے اس لیے اطاعت بھی تمہیں انہی کی کرنی ہوگی۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا دُم چھلا بننے کی کیا ضرورت ہے۔
- ☆ تیسری چیز یہ ہے کہ جماعت اور فرقہ کا فرق سمجھنا چاہیے۔جماعت جوڑنے کا نام ہوتا ہے اور فرقہ بکھیرنے کا نام ہوتا ہے۔اسلام دلوں کو جوڑتا ہے اور دوسرے مذاہب بکھیرتے ہیں۔
- ☆ قرآن مجید کی یہ آیت سکھاتی ہے کہ عروج کے تمام مراحل طے کرلینے کے بعد قعرِ مذلت میں چھلانگ لگانا دانائی نہیں ہوتی یہ چوتھا نکتہ تھا جسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔
- ☆ اس آیت سے پانچویں یہ بات بھی سیکھی جاسکتی ہے کہ لڑنا جھگڑنا، حسد بغض رکھنا، تفرقہ تشتت کافرین کی خصلتیں ہیں اور یہود ونصاریٰ مسلمانوں کو مکرّ راسی فضا میں لے جانا چاہتے ہیں جہاں کافرانہ ظلمتوں کا زور ہو جبکہ قرآن ہدایت کی معتبر اور معطر فضا کی طرف لے جاتا ہے جہاں ایمان کی فرماں روائی ہوتی ہے۔

حوالہ جات

(323) روح المعانی: آلوسی
(324) روح البیان: اسماعیل حقی
(325) درالمنثور: جلال الدین سیوطی
(326) تاج العروس: زبیدی حنفی
(327) الجامع لاحکام القرآن: قرطبی
(328) درالمنثور: جلال الدین سیوطی
(329) درالمنثور: جلال الدین سیوطی
(330) درالمنثور: جلال الدین سیوطی
(331) تفسیر قرطبی: قرطبی
(332) درالمنثور: جلال الدین سیوطی
(333) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی
(334) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی
(335) انوار التنزیل: بیضاوی ایضاً شیخ زادہ ایضاً تفسیرات کوراہی
(336) انوار التنزیل: بیضاوی ایضاً مجمع البیان ایضاً کبیر
(337) مجمع البیان: طبرسی
(338) التفسیر البسیط: واحدی ایضاً الشامل ایضاً علامہ مدرس
(339) مفاتیح الغیب: فخر الدین رازی
(340) مواہب الرحمٰن: عبدالکریم محمد المدرس
(341) تفسیر کبیر: رازی ایضاً قرطبی ایضاً اسماعیل حقی ایضاً آلوسی ایضاً ابن عاشور ایضاً مدرس ایضاً نمونہ ایضاً وھبہ ایضاً مواہب الرحمٰن